اس شمارے میں

کیا ویانا کنونشن قتل عام کا پروانہ ہے؟	ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری	۵
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ	مولانا محمد ناصر خان چشتی	۱۵
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دنیا وآخرت میں حاجت روائی	مولانا ابوالحسنین محمد فضل رسول	۲۳
السفینۃ القادریۃ	عبدالحق انصاری	۲۹
اللہ عزوجل کا ''اسم اعظم'' واکبر	محمد رضاء الحسن قادری	۳۷
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کیا ہے؟	مولانا محمد علی نقشبندی	۴۷
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اسلامی معاشرے میں	سید فضل الرحمٰن	۵۳
خیروشر کی جنگ اور خطبہ جمعہ کی اہمیت وافادیت	مولانا غلام نصیر الدین	۶۱
جنھیں زکوٰۃ دینا حرام ہے (رہنمائے زکوٰۃ)	پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری	۶۷
اپریل فول، پس منظر کیا ہے؟	مظہر حسین شیخ	۸۰
قیروان، وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر	علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ	۸۳
میل جول، صلہ رحمی اور نیک برتاؤ	علامہ محمد حشمت علی	۸۷
چند روز مصر میں (تبصرہ)	کاروان قمر+ رضائے مصطفیٰ	۹۱
وفیات	ادارہ	۶۰
اوقاتِ نماز	ادارہ	۹۶

WWW.NAFSEISLAM.COM

منظومات

حمد ربّ کائنات جل جلالہ	راجا رشید محمود	۳
نعت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	راجا رشید محمود	۳
حسُنَت جمیع خِصَالہ (نعت شریف)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	۴
حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ (منقبت)	پروفیسر محمد حسین آسی	۱۴
بیادمحبوب سبحانی حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ (منقبت)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	۲۲
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین میں	راجا رشید محمود	۹۵

ماہ نامہ نور الحبیب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبیب ذمہ دار نہیں ہے۔
ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

حمدِ رب کائنات

جو باغِ حمد سے رب نے کیے عطا غنچے
ہیں دل نشین و دل آویز و دل کشا غنچے

جو دیکھو تم تو ہے یہ بھی کرشمۂ قدرت
چٹکنے پر بھی نظر آئے بے صدا غنچے

کھلا جو منہ تو اسی سے بہاریں پھوٹ بہیں
ہیں یوں بھی قدرتِ قادر سے آشنا غنچے

یہ ذوالجلال کی قدرت کے سب مظاہر ہیں
مطیرِ ابر ، گلستاں ، فضا ، صبا ، غنچے

بندھے لبوں سے اور خاموشیوں کے بندھن میں
ہمیشہ کرتے ہیں رحمان کی ثنا غنچے

مشامِ جاں کو انہی سے خدا نے شاد کیا
یہ دیدہ زیب ، یہ پیارے سے ، عطر زا غنچے

ترے حضور یہ میری ہے التجا مولا!
قلوبِ اہلِ محبت کے تو کھلا غنچے

میں اِن کو دیکھ کر خالق کو یاد کرتا ہوں
یہ پھول حبّذا محمود، مرحبا غنچے!

نعتِ سرورِ کائنات

سبدِ شعر میں لایا ہوں میں رکھ کر غنچے
پیش کرنے کو بدربارِ پیمبر ﷺ غنچے

یہ سرِ گلشنِ مداحئ سرور ﷺ غنچے
شہرِ آقا ﷺ کے تعطر کے ہیں مظہر غنچے

پا کے مولودِ شہِ ہر دو جہاں ﷺ کی خوش بو
اُنس و اخلاص کے کھل اٹھتے ہیں گھر گھر غنچے

مشک و عنبر کی اسے ہو نہیں سکتی خواہش
باغِ طیبہ سے جسے آئیں میسر غنچے

قلب میں عطرِ عقیدت کو چھپا کر ہوں گے
منتظر باغِ مدینہ کے نہ کیوں کر غنچے

بچے سرکار کی امت کے ہیں پیارے سب سے
سارے گلشن کا جو سوچیں تو ہیں جوہر غنچے

کھلکھلاتے ہیں مدینے کی ہوا کو پا کر
وفرِ نغماتِ مناجات کے خوگر غنچے

جس کو سبطینِ نبی سے ہے محبت محمود
ایسے خوش بخت کا ہیں حسنِ مقدر غنچے

راجا رشید محمود

WWW.NAFSEISLAM.COM

حسنت جمیع خصالہ

نعت شریف

دہر میں ان کی غلامی نے موقر رکھا
ان کی نسبت نے زمانے میں قد آور رکھا

اوّلیت شہِ کونین کی مدحت کو دی
ہم نے دنیا کا ہر اِک کام موخر رکھا

زندگی ان کے تصور میں گزاری ہم نے
یاد دل میں رکھی اور نام زباں پر رکھا

قصرِ تہذیب کی بنیاد کا پہلا پتھر
اہلِ حق نے ترے نقشِ کفِ پا پر رکھا

جس زمیں پر لگے محبوبِ مدینہ کے قدم
ان کے جاں بازوں نے دل رکھا، وہاں سر رکھا

شہرِ طیبہ میں ، مہِ طیبہ کے دیوانوں نے
گئے جس سمت ، قدم سوچ سمجھ کر رکھا

ایسے خوش بخت بھی تھے، آ کے جو بیٹھے اک بار
پھر نہ پاؤں تری دہلیز کے باہر رکھا

دیکھ سکتا تھا تجھے کون ، ترے خالق نے
کتنے پردوں میں ترا حسن چھپا کر رکھا

جب بھی اوجِ بشریت کا مقام آیا کوئی
ہم نے پیشِ نظر اِک نور کا پیکر رکھا

وہ مدینہ میں ہوں، مکہ میں ہوں، طائف میں ہوں
ربط محبوب ﷺ سے اللہ نے برابر رکھا

مرکزِ خاتمِ دوراں میں یدِ قدرت نے
اک نگینے کی طرح گنبدِ اَخضر رکھا

گرمئ روزِ قیامت کا انہیں تھا ادراک
وقف امت کے لیے چشمۂ کوثر رکھا

ہجرِ شہ میں نہ ٹپکنے دیا اِک آنسو بھی
ہم نے آنکھوں میں قرینے سے سمندر رکھا

دوستوں نے مری نعتیں بھی لحد میں رکھ دیں
یوں مری قبر کا ماحول منور رکھا

پیروِ حضرتِ حسان (رضی اللہ عنہ) بنایا طارق
مجھ کو اللہ نے مداحِ پیمبر رکھا

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

کیا ویانا کنونشن قتل عام کا پروانہ ہے؟

ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری

امریکیوں کی نوازشات ہمارے جنم دن سے ہی کچھ کم نہ تھیں کہ سوویت یونین کے کانٹے کی صورت میں اک نئے عذاب سے پالا پڑا، پاک سرزمین پر امریکی اڈوں کی موجودگی جو حجاب ہی میں رہی تھی، اپنا رنگ روپ دکھانے لگی---قضیہ افغانستان ہمارے رہبروں کی حماقت کے باعث پاکستانیوں کے لیے تیرِ قضا بن گیا۔غیور افغانیوں نے اپنے غیر ملکی مہمان تک امریکیوں کو نہ پہنچنے دیا۔امریکی سر پٹخ کر رہ گئے مگر افغانیوں کی قبائلی غیرت بکی نہ جھکی---مگر پاکستان کے حریص رہبروں نے فرزندانِ وطن ایمل کانسی، یوسف رمزی---سمیت سیکڑوں ہزاروں فرزندان وطن ڈالرز کے عوض بیچ ڈالے۔ وطن کی بیٹی عافیہ صدیقی کے دام کھرے کرنے والوں کو برادر اسلامی ملک کے سفیر ملّا ضعیف جیسے نجیب انسان کو فروخت کرتے کیوں کر شرم آتی---

ننگ وطن، نام نہاد رہبروں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے آخری نبی سیّد المرسلین سیّدنا محمد کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت، اِک عظیم قوم کو کیا کیا کچھ کے نہیں دیے، مکر وفریب کے ماہر نت نئے نعروں کے ساتھ خیر الامم کو دھوکے پہ دھوکہ دیتے آرہے ہیں، وہی فرنگی کے گماشتوں کی نسل آج بھی مادرِ وطن کی آبرو سے کھلواڑ کر رہی ہے---

مصنوعی غربت اور بجلی، پانی، گیس، پٹرولیم مصنوعات اور اشیائے خورونوش کے مصنوعی بحرانوں میں قوم کو مبتلا کر کے غیروں کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔کون نہیں جانتا کہ وطنِ عزیز کے

سیاسی منظر پر موجود ہر فرد دوسرے فرد سے بڑھ کر اپنے آپ کو فرنگی کا وفادار ثابت کرنے کی دوڑ میں آگے نکلنا چاہتا ہے--- کس کو نہیں معلوم کہ ہماری رہبری کے ان دعوے داروں کی دولت، محلات، بنگلے، کاروبار، فیکٹریاں سب کچھ کہاں کہاں ہیں--- ان کی اولادیں بیرونِ ملک--- ان کے علاج معالجے، غم وخوشیاں سب یورپ اور امریکہ میں ہیں--- یہ ہمارے لگتے کیا ہیں؟ کیا یہ لٹیرے یہاں صرف لوٹ مار کرنے نہیں آتے؟ باریاں لگا رکھی ہیں انہوں نے، اپنی اپنی باری لُوٹ کر سرے محلوں، فرانس کے بنگلوں، سرور پیلسوں میں جا کر دادِ عیش دیتے ہیں---

''مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا'' مگر ہم ہیں کہ چکنی چُپڑی باتوں سے بہل جاتے ہیں اور زہر ہلاہل پلانے والے عطار کے لونڈے پر پھر سے اعتبار کے پھول سجانے لگتے ہیں--- ''مومن دھوکہ دیتا ہے نہ ہی دھوکہ کھاتا ہے'' تو پھر اے مردِ مومن! غفلت کا پردہ کب چاک کرے گا؟؟؟ اُٹھ، جاگ تیری ادنیٰ انگڑائی سے تیری سوئی قسمت بھی جاگ اُٹھے گی--- یقین مان تُو مومن ہے، تیرے اسلاف کی میراث ظلم اور ظالم کے خلاف ڈٹ جانا ہے، دُنیا کو پنجہ طاغوت سے چھڑانا ہے، طاغوت سرمایہ کاری کے رنگ میں ہو یا اشتراکیت کے روپ میں، باطل کے ہر روپ کو حرفِ غلط کی طرح مٹانا ہے--- تو ہی دورِ حاضر و موجود کا امام ہے۔ طاغوت طاقت نہیں واہمہ ہے--- طاقت صرف حق ہے اور غلبہ صرف حق کو ہے--- باطل تب تک دلیر ہے جب تک اہلِ حق باطل سے پنجہ نہ لڑائیں--- باطل اور کذب طاقت نہیں فقط سراب ہیں، طاقت تیرا نام ہے کہ اللہ القوی نے بنی نوع انسان کی سیادت و رہبری پر تجھے مامور کیا ہے، تقدیر تیری تدبیر کے اشارے کی منتظر ہے--- الٰہی مہر اور قہر تیرے ہی کردار کے دو عنوان ہیں، تو مقتدی نہیں مقتدیٰ ہے، اپنی شان اپنی شناخت کو پہچان، اپنے رب کے باغیوں سے اندیشہ کیسا---

اپنی طرف تکتا نہیں تجھ سا کوئی یکتا نہیں
جھونکا کسی طوفان کا تجھ کو بجھا سکتا نہیں
کر بیعتِ عشق و وفا بن جا چراغِ مصطفیٰ

شیطانی لشکروں میں کہاں سکت کہ وہ عساکرِ الٰہیہ کے سامنے ٹھہر سکیں، پاکستان کسی حادثے کا نہیں بلکہ الٰہی تدبیر کا نام ہے اور الٰہی تدبیریں کبھی ناکام نہیں ہوا کرتیں--- یہ ملک اللہ کا خاص ملک ہے، دنیا بھر میں عکسِ مدینہ طیبہ، بے مثل اور لاجواب ملک، اس ملک جیسا کوئی ملک نہیں، اس قوم جیسی پوری دنیا میں کوئی قوم نہیں، یہی قوم قومِ رسولِ ہاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ہے--- اس کی ترکیب میں

رنگ ونسل اور جغرافیائی نفرتوں کا زہر نہیں، تریسٹھ برس سے نشہ پلا کر سُلائے گئے اس شیر ژژاں کو قوتِ یداللّٰہی کا اِدراک ہی نہیں رہا، یہ اپنے عرفان سے بیگانہ ہے۔ کتابِ مبین کے آئینہ میں اپنی صورت کی ایک جھلک دیکھنے کی دیر ہے---

اِبلیسی قوتوں کی نمائندہ امریکی ریاستوں کا اتحاد اپنی بداعمالیوں کی جس دلدل میں پھنس چکا ہے، اس کی معاشرتی تباہی اسے ریت کی دیوار بنا چکی ہے--- اندرونی اور بیرونی قرضوں نے اسے کھوکھلا کر دیا ہے، دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی قوم بھی اس سے طاقت ور اور مضبوط ہے، وطنِ عزیز کا کوئی شہری اس مردہ لاش سے نہیں ڈرتا، کرائے کے مٹھی بھر نام نہاد دانش ور اپنے آقاؤں کی خوشنودی میں بے سروپا تجزیے کر کے خود ساختہ نتائج نکال کر خوف وہراس پھیلاتے ہیں، بہت سے الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات کے لکھاری مایوس کن بیانات سے قوم کو غلامی پر قناعت کا درس دیتے ہیں، جب کہ حقائق ان مصنوعی تجزیوں کی تکذیب کرتے ہیں--- امداد بند ہو جانے سے ڈرایا جاتا ہے، بھئی! یہ امداد عوام بے چاری کے کب کام آئی! یہ جسے امداد کہتے ہیں، یہ امداد نہیں غلامی کی ذلت آمیز زنجیر بلکہ پھانسی کا سنہری پھندا ہے، جو عوام کی گردن میں آئے روز مہنگائی کی صورت میں کسا جاتا ہے۔ امداد کے نام پر ملنے والے ڈالروں کے بند ہونے سے قوم کو کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں البتہ ایلیٹ کلاس کی عیاشیاں، ان کے اللّے تللّے متاثر ہوں گے۔ اپنے اسی روگ کو پالنے کے لیے قوم کی آبرو، ملک کی سلامتی بھی داؤ پر لگانے سے نہیں شرماتے۔

سارے صنم مسمار کر خیر البشر سے پیار کر
رکھ کر نبی کو سامنے آرائشِ کردار کر
اپنائے گی رحمت تجھے مل جائے گی جنت تجھے

امریکیوں نے خود ہی پاکستان میں دہشت گردوں کی کھیپ تیار کی، ہر معاشرے کی طرح پاکستان سے بھی غداروں کا ملنا اور امریکیوں کے ایجنڈے پر کام کرنا تعجب خیز نہیں، اپنی مصنوعی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے انہوں نے دہشت گرد کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں، اس خطے میں پہلے دہشت گرد تیار کیے، پھر ان کو اپنے گھناؤنے منصوبے کی تکمیل پر لگا دیا--- ہزارہا دہشت گرد بدنام زمانہ بلیک واٹر تنظیم کے پلیٹ فارم سے تیار ہو کر بدامنی، قتل وغارت اور لوٹ مار کے ذریعے شہریوں میں خوف پھیلاتے ہیں۔ خاص طور پر مسلمان ملکوں میں معاشی، معاشرتی، امن وامان کے مسائل پیدا کر کے اس کا ذمہ دار مذہب کو قرار دینا اور نئی نسل کو اپنی معاشرتی ومذہبی اقدار سے متنفر کر کے

WWW.NAFSEISLAM.COM

فحاشی وعیاشی کا رسیا بنانا، ان مقاصد کے حصول میں الیکٹرانک میڈیا کے اکثر اینکر پرسن، متحرک اشتہارات اور موبائل فونز کمپنیاں موثر کردار ادا کر رہی ہیں۔

سانحہ قرطبہ چوک ۲۷ رجنوری ۲۰۱۱ء کے مجرم کے بارے میں آزادی کے نام نہاد علمبر دار امریکہ نے اپنے میڈیا کو کسی قسم کی رپورٹ یا کوئی تبصرہ کرنے سے منع کر دیا، آزادی کا دعویدار امریکی میڈیا مکمل خاموش رہا، لیکن برطانوی اخبار روزنامہ گارڈین کے صورت حال سے تھوڑا سا پردہ اٹھانے پر امریکی میڈیا کو بھی یاد آیا کہ کسی امریکی دہشت گرد نے لاہور میں کس طرح خون کی ہولی کھیلی، لیکن پاکستانی میڈیا کے امریکی وظیفہ خوار اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر بدستور اپنی جہالت پر پوری ڈھٹائی سے ڈٹے رہے۔

امریکی ڈالروں کے رسیا اور واشنگٹن یاترا کے شوقین، حب الوطنی سے عاری مختلف چینلز پر اپنی بدبودار بقراطی جھاڑنے والے جہل مرکب، اہل پاکستان کے ذہنوں میں کلبلاتے سوالات پر غور فرمانے کی زحمت برداشت کرسکیں تو میرے وطن کے باسی ان سے پوچھتے ہیں کہ:

۱ کیا ویانا کنونشن ۱۹۶۱، ۱۹۶۳ میں تسلیم کیے گیے ویانا کنونشن آن ڈپلومیٹک ریلیشنز کے تحت کوئی سفارتی اہل کار میزبان ملک کے شہریوں کو بغیر کسی اشتعال کے قتل کر سکتا ہے؟

"The Vienna Convention is explicit that "without prejudice to their privileges and immunities, it is the duty of all persons enjoying such privileges and immunities to respect the laws and regulations of the receiving State."

''ویانا کنونشن میں یہ بات واضح ہے کہ دی گئی تمام مراعات واستثناء کے تحفظ تعصب کے بغیر یہ ان تمام لوگوں کا فرض ہے جنہیں یہ مراعات اور استثناء حاصل ہیں کہ میزبان ملک کے قوانین کا احترام کریں''---

۲ کیا سفارتی استثناء کے کنونشن پروٹوکول کے قواعد وضوابط میں ایسی کوئی شق شامل ہے جس کی رو سے کوئی سفارتی اہل کار میزبان ملک میں جاسوسی کے آلات (Glock Hand Gun، فلیش لائٹ، پاکٹ ٹیلی سکوپ، بڑی تعداد میں موبائل فونز، سیٹلائٹ موبائل فون، بھاری مقدار میں ممنوعہ بور کی گولیاں، بڑی تعداد میں M16 شیلز، ڈیجیٹل کیمرہ، دینی مدارس، سکولز، سرکاری اور غیر سرکاری حساس عمارتوں کی تصاویر) عالمی سطح پر غیر قانونی قرار دیا گیا اسلحہ بغیر لائسنس،

میزبان ملک کی حساس تنصیبات کے نقشہ جات، ڈرون حملوں کی آپریٹنگ SIM's اور قابل اعتراض لٹریچر اپنے قبضے میں رکھے اور سر عام دندناتا پھرے؟

۳ کیا ویانا کنونشن میں کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی ملک میں کوئی غیر ملکی شخص فوجداری جرم کا مرتکب ہو اور جس ملک کا اس کے پاس پاسپورٹ ہو وہ ملک اس کی درست شناخت دینے میں ناکام رہے یا جان بوجھ کر اس کی شناخت چھپائے، تو ایسے مجرم کے خلاف متعلقہ (میزبان) ملک کوئی بھی قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتا؟

۴ کیا یہ بھی ویانا کنونشن کا کوئی ضابطہ ہے کی کسی ملک کا سفارت خانہ میزبان ملک کے شہریوں کے قتل کے مرتکب اپنے ہم وطن کو جو میزبان ملک میں خفیہ سرگرمیوں میں بھی مصروف ہو، کو ویانا کنونشن ۱۹۶۱ کے تحت استثناء دلانے کی مجرمانہ جسارت کر سکتا ہے؟

۵ صرف یہ دو کنونشن عالمی سطح پر سفارتی استثناء سے متعلق ہیں:

I. ویانا کنونشن برائے سفارتی تعلقات 1961

II. ویانا کنونشن برائے قونصلیٹ 1963

اور یہ استثناء اسے حاصل ہے جسے اس کے ملک نے ڈپلومیٹک پاسپورٹ جاری کیا ہو اور میزبان ملک نے اُسے ڈپلومیٹک ویزا دیا ہو، تو جو شخص بزنس پاسپورٹ اور بزنس ویزا کا حامل ہو، کیا ویانا کنونشن اُسے بھی سفارتی استثناء کا حقدار قرار دیتا ہے؟

۶ کیا پوری دنیا میں ایسی کوئی ایک بھی ایسی مثال ہے کہ کسی ملک کے سفارتی اہل کار یا قونصلیٹ کے ملازم نے میزبان ملک کے کسی شہری کو قتل کیا ہو اور ویانا کنونشن سے قاتل کو سفارتی استثناء کا سرٹیفکیٹ ملا ہو؟

۷ کیا یہ حقیقت نہیں کہ،

"It is possible for the official's home country to waive immunity; this tends to happen only when the individual has committed a serious crime"

''میزبان ملک کے لیے یہ ممکن ہے کہ استثناء واپس لے لے، یہ تب ہی ممکن ہے جب کسی اہل کار نے سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہو''---

اگر ان سوالات کے جوابات میں شیطان اکبر کی ابلیسی مصلحت حائل ہے اور وہ ''عالمی عدالت انصاف''

کا راستہ اختیار کرتا ہے تو حکومتِ پاکستان کو شریک مقدمہ نہیں بننا چاہیے کیوں کہ وہ عدالت کسی ایک ملک کی درخواست پر یک طرفہ کارروائی نہیں کر سکتی، بین الاقوامی قانون (International Law) اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اب دیکھتے ہیں ''سفارتی استثناء'' کیا ہے اور اس کی اقسام کتنی ہیں اور کون کون ہیں جن کو یہ استثناء حاصل ہے؟

"Diplomatic immunity is a form of legal immunity and a policy held between governments, which ensures that diplomats are given safe passage and are considered not susceptible to lawsuit or prosecution under the host country's laws (although they can be expelled). It was agreed as international law in the Vienna Convention on Diplomatic Relations (1961)"

''سفارتی استثناء، قانونی استثناء کی ہی ایک شکل ہے جو کہ حکومتوں کے درمیان ایک طے شدہ پالیسی کے تحت مہیا (Provided) کی جاتی ہے جو کہ سفارتی اہل کار کو ایک محفوظ راستہ دے کر میزبان ملک کے قانون کے تحت کسی بھی دیوانی مقدمہ (Civil Suit) یا استغاثے کی کارروائی کے زیر اثر آنے سے مستثنیٰ کرتا ہے۔ ہاں اُس (دیوانی مقدمہ میں مطلوب) اہل کار کو ملک بدر کیا جا سکتا ہے اور یہ عالمی قانون کے تحت موثر ہے جو کہ ویانا کنونشن آن ڈپلومیٹک ریلیشنز ۱۹۶۱ میں تسلیم کیا گیا ہے''---

بلیک لاء ڈکشنری میں IMMUNITY کی تقریباً ۲۳ اقسام دی گئی ہیں، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں، گویا ۲۳ قسم کے لوگوں کو استثناء حاصل ہے۔

امیونٹی کی قسمیں:

۱ مکمل استثناء (Absolute Immunity)

۲ آئینی استثناء (کانگرس مین کے لیے) (Congressional Immunity)

۳ سفارتی استثناء (Diploamtic Immunity)

۴ صواب دیدی استثناء (Discretionary Immunity)

۵ انتظامی استثناء(Executive Immunity)

۶ خارجی استثناء(Foreigon Immunity)

۷ عدالتی استثناء(Judicial Immunity)

۸ فوجداری استثناء(Prosecutorial Immunity)

۹ مقتدر استثناء(Sovereign Immunity)

۱۰ دیوانی استثناء(Work Product Immunity)

ویانا کنونشن ۱۹۶۱ء اس تیسری قسم ''سفارتی استثناء'' سے متعلق قانون ہے۔ جو بین الاقوامی طور پر تمام ممالک کا تسلیم شدہ ہے۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ویانا کنونشن سول/ دیوانی مقدمات میں استثناء دیتا ہے، جب کہ سنگین جرائم کے ارتکاب پر ویانا کنونشن میزبان ملک کو یہ استثناء واپس لینے کا اختیار دیتا ہے۔ مزید یہ پیراگراف ملاحظہ کیجیے:

"In the United States, if a person with immunity is alleged to have committed a crime or faces a civil lawsuit, the Department of State alerts the government that the diplomat works for. The Department of State also asks the home country to waive immunity of the alleged offender so that the complaint can be moved to the courts. If immunity is not waived, prosecution cannot be undertaken"

''امریکہ میں اگر کسی مستثنیٰ پر کسی جرم کا الزام آئے یا سول/ دیوانی مقدمہ کا سامنا ہو تو ڈیپارٹمنٹ آف سٹیٹ حکومت کو سفارتکار کی سرگرمیوں کے متعلق آگاہ کرتا ہے، ڈیپارٹمنٹ آف سٹیٹ حکومت سے کہتا ہے کہ ملزم کا استثناء واپس لیا جائے تا کہ اس کے خلاف عدالت میں شکایت کی جا سکے، اگر استثناء واپس نہیں لیا جاتا تو مقدمہ بھی نہیں چل سکتا''---

اس پیرے میں بھی فوجداری جرم کی بات نہیں، دیوانی مقدمے کی بابت امریکی حکومت اگر ملزم کو حاصل سفارتی استثناء واپس لے لے تو امریکی عدالت میں سفارتی اہل کار کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے--- جب کہ وطن عزیز میں پیش آنے والا سانحہ ساری مہذب دنیا کی نظر میں

سنگین جرم ہے، جس وحشیانہ انداز میں بے گناہ پاکستانیوں کا ان کی اپنی ہی سرزمین پر خون بہایا گیا اس بربریت پر ہر پاکستانی بلبلا اٹھا، لیکن سفاک امریکیوں کو معمولی جھرجھری بھی نہ آئی، بلکہ امریکی قونصل خانہ لاہور، امریکی سفارت خانہ اسلام آباد، پوری امریکی حکومت، پنٹگان، سی آئی اے سمیت خود صدر امریکہ بے گناہ پاکستانیوں کی قیمتی جانیں لینے والے قاتل کو سزا سے بچانے کے لیے تمام تر سفارتی واخلاقی آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے ویانا کنونشن کی من مانی تشریحات کرنے پر اتر آئے ہیں۔

آخرایسی بھی کیا خاص وجہ ہے پورے امریکی نظام میں ہلچل ہے، نیندیں کیوں اُڑی ہوئی ہیں؟ اپنے ایک بڑے اہم شخص رافیل کو خود قتل کروانے والے امریکی اس قاتل کے لیے کیوں بے چین ہیں؟ ایک ایسا شخص کئی روز تک امریکہ جس کی شناخت چھپاتا رہا، آخر کیا چیز ہے جو اس ''بے شناخت'' شخص کے حوالے سے داؤ پر لگ گئی ہے، کیا راز ہے؟ کیا خفیہ اقدامات ہیں جو اس کی گرفتاری سے طشت از بام ہوسکتے ہیں؟ کیا کیا بھیانک منصوبے ہیں جو اس گرفتاری سے خاک میں مل سکتے ہیں؟ امریکیوں کی جھنجھلاہٹ بے سبب نہیں، کوئی بڑی خطرناک صورت حال ہے۔ پاکستانی حکمرانوں کو سوچنا چاہیے کہ ایسا شخص جو فارسی، اردو، پشتو، پنجابی، ہندکو اور مراٹھی زبانیں بڑی روانی سے بولتا ہے، جس کی ہسٹری یہ ہے کہ یہ مشاق نشانے باز کرائے کا ایک قاتل ہے، سی آئی اے کے لیے ٹھیکے پر جاسوسی، قتل وغارت، تخریب کاری اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ ایک ماہر نشانہ باز (Shooter) ...... پاک ستان میں شہر شہر آزادی سے گھومنے والا کیسے سفارت کار مانا جاسکتا ہے؟ کیا امریکہ بہادر کسی دوسرے ملک کو اپنے ہاں اس قسم کے سفارت کاروں کے تقرر کی اجازت دینے کو تیار ہوسکتا ہے؟ کیا دنیا اب اس کے لیے تیار ہوجائے کہ آیندہ امریکی سفارت کاری قاتل، بدمعاش اور تخریب کار کریں گے؟ یا سفارت کاری کی آڑ میں بلیک واٹر اور دیگر عالمی تخریب کار تنظیمیں عالمی سطح پر افراتفری، انارکی اور دہشت گردی کرنے والے آدم خور بھیڑیئے آئیں گے؟ کون جانے قرطبہ چوک تہرے قتل کے مرتکب امریکی قاتلوں کا ساتھی ریمنڈ ایلن ڈیوس ہے یا ایرک پرنس یا مائیکل جارج فرنینڈس، اصل میں کون ہے اور کیا ہے؟ لیکن اس کے کارنامے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک دہشت گرد اور تخریب کار ہے جو پاکستان کی سالمیت کے خلاف سرگرم رہا، اب مقدمہ عدالت میں ہے اور اس کی آئندہ سماعت ۳ر مارچ ۲۰۱۱ء کو ہے، مقدمہ کی نوعیت وحیثیت پر کوئی قیاس آرائی نہیں کی جاسکتی کیوں کہ یہ معاملہ SUB-JUDICE ہے۔

پاکستانی حکمرانوں کو ذمہ داری سے مقدمے کی پیروی کرنی چاہیے، امریکیوں سے ڈرنے کی

کوئی حقیقی اور ٹھوس وجہ نہیں، امریکی بزدل، احمق اور دیوث ہیں۔ تاریخ گواہ ہے امریکیوں نے جس بھی ملک پر حملہ کیا ہر جگہ منہ کی کھائی، امریکیوں کی کامیابی کی ایک بھی مثال نہیں، چھوٹے چھوٹے بے وسیلہ ملک امریکیوں کے سامنے ڈٹ گئے اور امریکی کچھ نہ بگاڑ سکے۔

امریکیوں کے خیال میں کیا ویانا کنونشن قتل عام کا پروانہ ہے؟ اگر امریکی اپنے رویے سے عالمی برادری کو یہی پیغام دینا چاہتے ہیں تو امریکی یاد رکھیں سوائے ذلت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تربیت یافتہ ہزاروں دہشت گردوں سے پاک سرزمین میں تخریبی کارروائیاں کروانے والا امریکہ کس منہ سے مسلمانوں خصوصاً پاکستانیوں کو دہشت گرد قرار دیتا ہے؟ ان دہشت گردوں کو اب تک اسلحہ اور تربیت کون دے رہا ہے؟ جدید ترین امریکی اسلحہ کے انبار اور ڈالروں کی ریل پیل کس کی نظر عنایت سے ہے؟ کبھی سوچا! آپ کی اس کج ادائی پر دنیا کیا کہتی ہے؟

امریکی درندوں کی سفاکی کا شکار بننے والے تینوں شہیدوں --- کے ورثاء کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں قصاص کے مطالبے پر ثابت قدم رکھے، آمین۔ خونِ شہیداں کے تقدس کا تقاضا ہے کہ پوری قوم ان شہیدوں کے پس ماندگان کی ہر طرح سے مدد کرے تاکہ اِن مظلوموں کو کوئی خفیہ قوت مرعوب نہ کر سکے، ورثاء یقیناً جانتے ہیں کہ اُن کے شہید ناحق قتل کیے گئے اور اب وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس انعام یافتہ ہیں، ان شہیدوں کا خون رائیگاں جانے سے بچانا ہر پاکستانی خصوصاً ہر سطح کی حکومت میں شامل ہر چھوٹے بڑے کی ذمہ داری ہے۔ بے شک خون بہا کا ورثاء کو حق ہے مگر امریکی سفاک قاتلوں سے دیت کا مطالبہ محلِ نظر ہے، ماہرین آئین وقانون کے دیکھنے اور سوچنے کی یہ بات ہے کہ آیا یہ امریکی قاتل مملکتِ پاکستان کا ریاستی مجرم ہے؟ کیوں کہ مقتولین اور قاتل کا کوئی ذاتی نوعیت کا جھگڑا ہرگز نہیں تھا، انتہائی گنجان اور مصروف چوک میں بلا اشتعال گولیوں کی بوچھاڑ کے بعد مقتولین کی تصاویر بنانا کھلی دہشت گردی اور انارکی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یہ بدبخت پکڑا نہ جاتا تو اسے بھی اندھی دہشت گردی کہہ کر پرسکون خاموشی اختیار کر لی جاتی مگر ہائے افسوس! ہمارے نیک پاک حاکموں کے لیے یہ گرفتاری سوہان روح اور ڈراؤنا خواب بن گئی۔

حب الوطنی کا تقاضا تو یہ ہے کہ حکومت اس کے خلاف ملکی سلامتی کے خلاف سرگرمیاں جاری رکھنے، بغاوت پھیلانے کے حوالے سے سخت اور عبرت ناک قانونی کارروائی کرے تاکہ آیندہ کسی بدبخت کو جرات نہ ہو، اپنے شہریوں کے مال جان اور آبرو کا تحفظ حکمرانوں کی آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

عظمت غوث کیوں کر بیاں ہو — میرے آقا شہِ اولیا ہیں
ہر ولی نام لیوا ہے ان کا — شاہِ بغداد کے سب گدا ہیں
موت سے جس کو چاہیں بچائیں — قُمْ بِاِذْنِیْ سے مردے جگائیں
حکم، ارض و سما پہ چلائیں — کیوں نہ ہو، نائب مصطفیٰ ہیں
یہ حقیقت بہت آزمائی — ان کے گھر میں ہے مشکل کشائی
ان کے دادا بھی مشکل کشا ہیں — یہ بھی دنیا کے مشکل کشا ہیں
جس نے کہہ کے اَغِثْنِیْ پکارا — مل گیا اس کو فوراً سہارا
دے کے دیکھیں وہ ان کی دہائی — جو کسی رنج میں مبتلا ہیں
قادری ہو کہ ہو نقشبندی — سہروردی کہ چشتی نظامی
سب کی گردن پہ ان کا قدم ہے — سب کے سب ان کے مدحت سرا ہیں
سب پہ ان کے کرم کا ہے سایہ — چرخ جیسے زمیں پر ہے چھایا
کوئی ان کے غلاموں سے پوچھے — غوث گھر گھر میں جلوہ نما ہیں
شاہ جیلاں کا ہے فیض جاری — سب پہ احسان ان کا ہے بھاری
ایک آسی کی کیا پوچھتے ہو؟ — جن و انسان ان پہ فدا ہیں

پروفیسر محمد حسین آسی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

سلسلہ قادریہ کے بانی...... محبوبِ سبحانی...... قطب ربانی...... حضرت

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مولانا محمد ناصر خان چشتی

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

علم و معرفت کے تاجدار...... اقلیم ولایت کے نیر اعظم...... سلطان طریقت...... حجۃ العارفین...... امام الکاملین...... رشد و ہدایت کے عظیم پیکر...... سلسلہ قادریہ کے بانی، محبوبِ سبحانی، قطب ربانی، غوث الاعظم حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷ء کو قصبہ ''جیلان'' میں متولد ہوئے، جس کی نسبت سے آپ کو ''جیلانی'' کہا جاتا ہے۔

آپ اپنے والد محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حُسینی، یعنی آپ نجیب الطرفین سیّد ہیں۔ آپ کے والد محترم حضرت شیخ سیّد ابو صالح موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ المعروف ''جنگی دوست'' اپنے وقت کے ولیٔ کامل تھے اور جنگ و جہاد کے ساتھ بہت زیادہ اُنس و محبت اور ذوق وشوق رکھنے کی وجہ سے ''جنگی دوست'' کے پیارے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمّ الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بھی بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون اور اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔

سیرت و کردار

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ اہلِ محبت و اہلِ طریقت کے لیے

مشعلِ راہ رہی ہے۔ آپ ولایت ومعرفت کے مینارۂ نور کی حیثیت سے کائناتِ ارضی پر جلوہ گر ہوئے اور اسلام کی روحانی زندگی کو مشارق ومغارب کی پہنائیوں میں نافذ کرتے رہے۔ دنیائے اسلام کی روحانی بارگاہیں آپ ہی کی نگاہِ کرم سے منور وروشن ہوئیں اور ولایت کے تمام سلاسل آپ سے فیض یاب ہورہے ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سیرت وزندگی سراپا تقویٰ تھی، آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اور زندگی کا ایک ایک گوشہ کتاب وسنت کی پیروی میں گزرا۔ آپ کے شب وروز، قیام وطعام، نشست وبرخاست، رفتار وگفتار، لباس وپوشاک، درس وتدریس، وعظ وتقریر، تصنیف وتالیف، پند ونصیحت، الغرض آپ کی زندگی کے تمام گوشے اور شعبے اتباع شریعت اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معمور تھے۔

حضرت شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۲ھ) آپ کی سیرت اور کردار وعمل کی بے مثال تصویر ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں:

> ''بعض مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رُو، بڑے شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم الاخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان وشفیق تھے۔ ہم نشین کی تکریم وتعظیم کرتے اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے تھے اور ہم نے آپ جیسا فصیح وبلیغ کسی کو نہیں دیکھا''۔۔۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

نیز لکھتے ہیں کہ:

> ''بعض بزرگوں نے آپ کا وصف اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حضرت محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہ کثرت رونے والے، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے، آپ کی ہر دعا فوراً قبول ہوجاتی تھی، نیک اخلاق، پاکیزہ اوصاف، بدگوئی سے بہت دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے، احکام الٰہی کی نافرمانی کے بارے میں بڑے سخت گیر تھے، لیکن اپنے اور غیر اللہ کے لیے کبھی غصہ نہ فرماتے، کسی سائل کو واپس نہ فرماتے، اگرچہ وہ آپ کے بدن کے کپڑے ہی کیوں نہ لے جاتا، اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کی راہنما اور تائید الٰہی آپ کی معاون تھی۔ علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب الٰہی نے آپ کو مؤدب بنایا۔ خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظہ خداوندی آپ کا سفیر تھا۔ اُنسیّت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی۔ سچائی آپ کا وظیفہ،

فتوحات روحانی آپ کا سرمایہ، بُردباری آپ کا فن، ذکرِ خداوندی آپ کا وزیر، غور وفکر آپ کا ترجمان، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفاء، آدابِ شریعت آپ کا ظاہر اور اوصافِ حقیقت آپ کا باطن تھا" ---[اخبار الاخیار، صفحہ ۱۸]

شیخ الحرمین حضرت امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حضور غوث پاک کے اوصاف حمیدہ اتنے روشن اور درخشاں ہیں کہ اگر پھولوں کی پیتاں دفتر بن جائیں اور باغوں کی ٹہنیاں قلمیں بنالی جائیں تو پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف کو نہیں لکھا جاسکتا۔ آپ کے کمالات ظاہری و باطنی کا احاطہ کرنے میں بڑے بڑے عارفین بھی قاصر ہیں اور کوئی اسلوب تحریر ان کمالات کے مکمل بیان پر حاوی نہیں ہوسکتا۔

مادرزاد ولی اللہ

حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ورضاعت سے اور بچپن کے وقت ہی سے ولایت کے آثار اور خوارق ظاہر ہونے لگے تھے۔آپ کی شکل وصورت، آپ کا علم، آپ کی طاقت، سب میں خرق عادت مضمر ہے۔آپ کی زندگی مسلسل کرامات اور خوارق عادات کا ایک سلسلہ ہے۔ چناں چہ آپ نے شیر خواری کے زمانے میں اپنی والدۂ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا دودھ دن کے وقت پینے سے انکار کر کے ماہِ رمضان المبارک کے شروع ہونے کی خبر دی۔آپ کشادہ دست اور کرامات وخوارق کے منبع تھے۔ آپ کی کرامات آبدار موتیوں کی طرح ہر وقت مقبول ومعروف ہوتی تھیں اور مسلسل رونما ہوتی رہتی تھیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کو سب سے پہلے کب یہ احساس ہوا کہ آپ "ولی اللہ" ہیں؟ آپ نے فرمایا، ایک دن میں اپنے مدرسے جارہا تھا، میں نے دیکھا کہ فرشتوں کی ایک کثیر تعداد میرے اردگرد چل رہی ہے اور واپسی پر بھی یہ فرشتے دکھائی دیتے، یہاں تک کہ میں ان کی باتیں سنا کرتا۔ جب وہ کہتے تھے کہ:

"ولی اللہ کے لیے جگہ کشادہ کردو تاکہ وہ تشریف فرماسکیں" ---

اس واقعہ سے مجھے اپنے متعلق یہ احساس پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نوازشیں میرے لیے ہی نازل ہورہی ہیں، جب کہ اس وقت میری عمر صرف نو سال تھی۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ احیائے دین کے سلسلے میں وہ بطل جلیل اور راہبر عظیم ہیں کہ جن کے دست بابرکت نے دین اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پاکر حیات نو بخشی اور چہار دانگ عالم میں "محی الدین" کے عظیم لقب سے مشہور ومعروف ہوئے۔امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

غوثِ اعظم امام التُّقٰی و النَّقٰی
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
قطب و ابدال و ارشاد و رشد الرشاد
محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام

علم و فضل میں اعلیٰ مقام

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۸ ہجری/ ۱۰۹۵ء میں ۱۸/ برس کی عمر میں تحصیل علم ومعرفت کی غرض سے بغداد شریف میں جلوہ گر ہوئے اور اس وقت سے لے کر اپنی وفات تک یہی شہر آپ کے علمی و روحانی معمولات اور سرگرمیوں کی جولان گاہ اور مرکز بنا رہا۔ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز علماء کرام، فقہاء اور مشائخ عظام سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے، آپ کی علمی قابلیت و صلاحیت کے سامنے عراق اور دوسرے بلاد اسلامیہ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ طفلِ مکتب ہو کر رہ گئے۔ آپ علوم وظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد اصلاح وتبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے تو مسند شریعت اور مسند طریقت دونوں کو بہ یک وقت زینت بخشی۔ چناں چہ آپ کی علمی اور روحانی کیفیات سے متاثر ہو کر آپ کے پیرومرشد حضرت ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کے لحاظ سے آفتاب علم تھے بلکہ آپ علوم و معارف کا سمندر تھے، آپ کی ذات سرچشمہ علوم وفیوض تھی۔ آپ کی ذات گرامی ایک ایسی زندہ کتاب تھی جس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل نہ ہو اور بالخصوص تفسیر قرآن میں آپ کو جو مہارت وملکہ حاصل تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

انوکھی شرطِ عبادت

ایک مرتبہ بلادِ عجم سے ایک استفتاء (سوال) عراقی علماء کرام اور مفتیان عظام کی خدمت میں پیش ہوا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اس طور پر کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت میں مشغول ہوگا تو باقی لوگوں میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر رہا ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ تو اس صورت میں اسے کون سی عبادت کرنی چاہیے؟

اس سوال سے علمائے عراق بڑے حیران اور پریشان ہو گئے اور اس کے جواب سے عاجز ہو گئے کہ مخصوص زمان ومکان میں مقید ایسی کون سی عبادت ہے کہ جسے صرف وہی انجام دے سکے، تاکہ اس کی بیوی کو طلاق واقع نہ ہو۔

جب اس مسئلہ کو بارگاہِ غوث الاعظم میں پیش کیا گیا تو آپ نے بغیر سوچ و بچار کیے فوراً جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور مطاف (طواف کی جگہ) صرف اپنے لیے خالی کرائے اور تنہا وہ سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کرکے اپنی قسم پوری کرے۔

اس دلآویز و دل نشین جواب سے علماءِ عراق نہایت متعجب و سرگشتہ ہوئے، کیوں کہ وہ اس کا جواب دینے سے عاجز ہوگئے تھے۔(اخبار الاخیار، صفحہ ۱۱/ تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۱، صفحہ ۲۰۲]

پر تاثیر مواعظ و خطبات

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس، افتاء، تصنیف و تالیف اور خانقاہی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ نے عامۃ الناس کی اصلاح کے لیے وعظ و تبلیغ اور اصلاح و ہدایت کے عظیم کام کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ ۵۲۰ھ/ ۱۱۲۷ء کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے پچاس سال کی عمر میں پہلی بار مجلسِ وعظ منعقد فرمائی۔ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہفتے میں تقریباً تین بار مجلسِ وعظ منعقد فرماتے تھے۔ آپ کا وعظ کیا ہوتا تھا، علم و معرفت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا، لوگوں پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ آپ کا وعظ بڑا پرتاثیر اور دل نشین ہوتا تھا۔ حاضرین مجلس بہت بے قرار اور بے چین ہوجاتے تھے۔ آپ کی مجلس وعظ میں رجال الغیب، جنات، ملائکہ، علماء کرام، مشائخ عظام اور ارواحِ طیبہ کے علاوہ عام سامعین کی تعداد ستر ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی اور آپ کی آواز دور و نزدیک بیٹھے ہوئے سب لوگ یکساں طور پر سنتے تھے۔

حضور غوث الاعظم سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مواعظ و خطبات اور ارشادات عالیہ میں عجب تاثیر اور دل نشینی تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں:

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے کلام میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپ جہنم اور وعید و عذاب کی آیات سناتے تو تمام لوگ لرز جاتے، چہروں کا رنگ فق ہوجاتا۔ گریہ وزاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل مجلس پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور جب آپ جنت و انعام و اکرام اور رحمتِ خداوندی والی آیات کی تشریح و توضیح اور اس کے مطالب و معارف بیان کرتے تو لوگوں کے دل موسم بہار کے پھولوں کی طرح کھل اٹھتے۔ اکثر حاضرین تو وفورِ شوق میں بے ساختہ وجد میں آجاتے اور عالم مستی میں بے ہوش ہوجاتے تھے اور جب مجلس ختم ہوتی تو انہیں ہوش آتا اور بعض تو دوران مجلس ہی انتقال کرجاتے۔ الغرض یہ کہ آپ کے ارشادات عالیہ بڑے پرتاثیر اور انقلاب آفرین ہوتے تھے۔

چناں چہ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کے وعظ وارشاد کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی اور عیسائی وغیرہ اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور رہزن و ڈکیت، خونی و قاتل اور جرائم پیشہ افراد توبہ سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

مشرف نہ ہوتے ہوں۔ چناں چہ بغداد کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ آپ کے دستِ مبارک پر توبہ سے مشرف ہوکر ہدایت یافتہ بن گیا اور کثیر تعداد میں ہندو، یہودی اور نصرانی وغیرہ مسلمان ہوئے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صرف وعظ و تقریر، پند و نصیحت اور ترغیب و ترہیب پر ہی اکتفا نہیں فرماتے تھے، بلکہ بڑی صاف گوئی اور جرأت و بہادری کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عظیم فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ چناں چہ مشہور مؤرخ حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر ''البدایۃ و النہایۃ'' میں رقم طراز ہیں:

> ''حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ اور خواص و عوام سب کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ اُن کو بھرے مجمع میں اور برسرِ منبر علی الاعلان ٹوک دیتے تھے اور جو خلیفہ کسی ظالم کو حاکم و گورنر بناتا، اس پر اعتراض کرتے اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پروا نہ ہوتی تھی'' --- [تاریخ دعوت و عزیمت، جلد۱، صفحہ ۲۱۶، بہ حوالہ البدایۃ و النہایۃ]

جلیل القدر مجدد

پانچویں صدی ہجری تک عالم اسلام میں سیاسی و فکری ضعف اور کمزوری اپنے انتہا کو پہنچ چکی تھا، عہد اموی میں جاہلیت کی رجعت قہقری اور بعد کے ادوار میں ''خلق قرآن'' اعتزال، فلسفہ ملحدانہ اور باطنیت کے فتنوں نے اہل اسلام کے خواص و عوام میں تشکیک اور عملی بے راہ روی کے بیج بو دیے تھے۔ سابقہ صدیوں میں بھی مصلحین امت (مجددین امت) نے عظیم تجدیدی کام کیا۔ تاہم چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ اسلام کے دو نہایت جلیل القدر، عظیم المرتبت اور بلند پایہ مصلحین امت کے طور پر ابھرے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی فکری تحریک سے اگرچہ تشکیک و الحاد کے فتنے کا سد باب ہوگیا تھا، لیکن جمہور امت میں بے یقینی اور بے عملی کے روگ کا مداوا ابھی باقی تھا اور یہ عظیم کام محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ خوبی سرانجام دیا، جنہوں نے اپنے علم و حکمت، روحانیت اور وعظ و خطابت سے اپنے اصلاحی کام کو پوری طرح مؤثر بنادیا۔ اس سلسلہ تبلیغ کے اثرات، عظیم اصلاحی تحریکوں سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئے۔

سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ و تبلیغ کی ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہوجانے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ آپ کا یہ سلسلۂ مواعظ تقریباً چالیس برس تک جاری و ساری رہا، اس طرح لاکھوں نفوس (جن و انس) آپ سے براہ راست فیض یاب ہوئے ہیں۔

حقیقتِ دنیا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے دنیا کے تمام خزانوں کا مال اور دولت مل جائے تو میں آن کی آن میں سب مال و دولت فقیروں، مسکینوں اور حاجت مندوں میں بانٹ دوں اور فرمایا کہ امیروں اور دولت مندوں کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش تو ہر شخص کرتا ہے لیکن حقیقی مسرت اور سعادت انہی کو حاصل ہوتی ہے جن کو مسکینوں کی ہم نشینی کی آرزو رہتی ہے۔

ایک موقع پر ''دنیا کی حقیقت'' کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع کرنا بھی جائز ہے، لیکن اس دولت کو اپنے دل میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز، باقی دروازے سے آگے گھسنا نا جائز ہے اور نا تیرے لیے باعث عزت ہے''---[تاریخ دعوت و عزیمت/ فیوض یزدانی]

وصال مبارک

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اس مادیت زدہ زمانے میں اسلام کا ایک معجزہ اور ایک بڑی تائید الٰہی تھی۔ آپ کی ذات وصفات، آپ کی سیرت و کردار، آپ کے علمی و فکری کمالات، آپ کے کلام کی تاثیر، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی قبولیت کے آثار اور خلق خدا میں مقبولیت و وجاہت کے کھلے ہوئے مناظر، آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق اور ان کی سیرت و زندگی سب دین اسلام کی صداقت کی بین دلیل اور واضح ثبوت تھا۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک تشنگانِ علم و معرفت کو اپنے کمالات ظاہری و باطنی سے فیض یاب کر کے عالم اسلام میں روحانیت، محبت الٰہی، ذوقِ علم و حکمت اور رجوع الی اللہ کا عالمگیر ذوق پیدا کر کے مشہور قول کے مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ھ/ ۱۱۶۶ء کو تقریباً ۹۱ سال کی عمر میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمایا۔

آپ کے معتقدین اور مریدین ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو بالعموم اور ۱۱ ربیع الثانی کو بالخصوص آپ کا عرس مناتے ہیں اور اس دن آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ و نیاز کا اہتمام کرتے ہیں جس کو عرف عام میں ''گیارہویں شریف کی نیاز'' کہا جاتا ہے۔

آپ کا مزار پر انوار بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے، جہاں لاکھوں فرزندانِ توحید حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور علمی و روحانی فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

نوائے عقیدت

بیادِ محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظم
الشیخ سید عبدالقادر الگیلانی رضی اللہ عنہ

مقام اونچا ہے اور بالا ہے پایہ غوث اعظم کا
حشم کا معترف ہے کل زمانہ غوث اعظم کا

خدا نے ان کو جو بخشی ہے عظمت، غیر فانی ہے
رہے گا حشر تک ممتاز درجہ غوث اعظم کا

بخوبی ہے عیاں اوجِ مقام مصطفیٰ اس سے
نبی کا پرتوِ عظمت ہے رتبہ غوث اعظم کا

زبانِ پاک کا ہے لفظ لفظ حکمت کا گنجینہ
دلوں میں کر گیا گھر، نکتہ نکتہ غوث اعظم کا

مخاطب آپ کے ستر ہزار افراد تک ہوتے
بہ آسانی ہر اک سنتا تھا خطبہ غوث اعظم کا

رواں بہبودِ ملت کے لیے تھا ان کا خامہ بھی
متاعِ حق ہے تحریری خزانہ غوث اعظم کا

بہ شرق و غرب پہنچا فیض علم و معرفت ان کا
شناسا ہے جہاں کا گوشہ گوشہ غوث اعظم کا

وہ حلقہ چشتیہ ہو، نقشبندی، سہروردی ہو
جمال افزائے ہر حلقہ ہے جلوہ غوث اعظم کا

محمد مصطفیٰ ﷺ کی بٹتی ہے خیرات اس در سے
قسیم فیضِ حق ہے آستانہ غوث اعظم کا

قیامت تک کرے گا رہنمائی نوعِ انساں کی
ادب، علم و ہدیٰ کا، گاہوارہ غوث اعظم کا

نہ کم ہو گا تسلسل گردشِ ایام سے اس کا
رہے گا ذکرِ جاں پرور ہمیشہ غوث اعظم کا

غموں کی جان لیوا دھوپ کیا ان کا بگاڑے گی
سروں پر اہلِ ایماں کے ہے سایہ غوث اعظم کا

درِ میراں پہ طارق حاضری اک دن ضرور ہو گی
مری قسمت میں بھی ہے نان پارہ غوث اعظم کا

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

قرآنی مادۂ تاریخ (سال وصال)
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ، اَتْقٰکُمْ
۵۶۲ ۵۶۲

(آیت کے دونوں اجزا میں
سال وصال کی تاریخ موجود ہے)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی

دنیا اور آخرت میں حاجت روائی

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا ابوالحسنین محمد فضل رسول رضوی

حضور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، مگر آپ کے فیضان کو امت تک پہچانے کے لیے علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین ہر دور میں منبع رشد وہدایت بن کر تشریف لاتے رہے اور آپ کی نیابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

اللہ کی زمین کبھی بھی ان نفوس قدسیہ کے وجود سے خالی نہ رہی۔ دنیا کا نظام ان کے دم قدم سے ہی قائم رہا۔ ہر ولی کامل اپنے دور میں امتیازی شان کا حامل رہا، مگر اولیائے کاملین کی جماعت میں ایک ایسی عظیم شخصیت کا ظہور بھی ہوا جو صرف عوام الناس کا مرکز ومرجع ہی نہیں بلکہ اولیاء بھی حصول فیض کے لیے ان کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اوتاد وافراد بھی ان کو ہی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ اغواث واقطاب بھی ان کے تلووں کو اپنا تاج سر قرار دیتے ہیں۔

سلطان الہند بھی ان کے کف پا کو اپنے سر و چشم کی زینت بناتے ہیں۔

نام نہ بھی لیا جائے، ہر کوئی جانتا ہے اور آفتاب عالم تاب سے روشن تر حقیقت ہے کہ اس شان کی حامل صرف حضور سیدنا غوث اعظم، قطب ربانی، غوث صمدانی، محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہی ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز آپ کی اس شان سیادت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رطب اللساں ہیں:

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ در والا تیرا
اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبہ پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

اللہ رب العزت نے آپ کی ذات کو اپنی مخلوق کے لیے ملجا و ماویٰ بنا دیا ہے۔ مصیبت زدوں کی نگاہیں آپ کی بارگاہ کی طرف ہی اٹھتی ہیں۔ پریشان حال لوگ آپ کو خدا کی قدرت کا مظہر جان کر بے ساختہ یا غوث اعظم کا نعرہ لگاتے ہیں۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا ورد کرنے والا کبھی آپ کی بارگاہ کرم سے محروم و خالی نہیں جاتا۔ "قادریم نعرہ یا غوث اعظم می زنم" کے ترانے کیوں نہ الاپیں۔ اس لیے کہ خود آپ کے ارشادات عالیہ سے متوسلین و متعلقین کو یہ مژدۂ جانفزا ملتا ہے کہ دامن غوثیت تھامنے والا نہ دنیا کی مصیبتوں میں بے کس و بے چارہ رہ سکتا ہے نہ آخرت کی کٹھن وادیوں میں تنہا و بے سہارا ہو سکتا ہے۔

اخروی منزلوں میں آپ اپنے غلاموں کی کس طرح دستگیری فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں خود فرمان غوثیت ملاحظہ فرمائیے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مجھے حد نگاہ تک دراز ایک دفتر عطا کیا گیا، جس میں قیامت تک آنے والے میرے ساتھیوں اور مریدوں کے نام ہیں، مجھے کہا گیا کہ یہ تمہیں عطا کر دیے گئے ہیں۔ میں نے جہنم کے خازن فرشتے مالک سے پوچھا، کیا میرے اصحاب میں سے بھی کوئی تمہارے پاس ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں

مجھے اپنے رب کی عزت و جلال کی قسم! میرا ہاتھ اپنے تمام مریدین پر اس طرح سایہ فگن ہے

جیسے آسمان زمین پر سایہ کناں ہے۔ اگر میرا مرید اچھا نہیں تو میں تو اچھا ہوں:

وَ عِزَّتِ رَبِّیْ لَا بَرِحْتُ قَدَمَایَ مِنْ بَیْنِ یَدَیْ رَبِّیْ حَتّٰی یُنْطَلَقَ بِیْ وَبِکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ---

''مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! میں اپنے رب کی بارگاہ سے اس وقت تک قدم نہیں ہٹاؤں گا جب تک مجھے اور (اے مریدو!) تمہیں جنت میں نہ لے جایا گیا''---

[بھجۃ الاسرار، ذکر فضل اصحابہ وبشراھم، صفحہ ۱۱۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر]

جب کریم آقا رضی اللہ عنہ یہ بشارت عطا فرما رہے ہیں تو پھر آپ کے غلام صادق امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز جھوم جھوم کر یہ کیوں نہ کہیں:

ہیں رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو

سید جید ہر دہر ہے مولا تیرا

دنیا میں بھی آپ اپنے غلاموں کی دستگیری فرماتے ہیں، فریاد کرنے والوں کی باذنِ الٰہی فریاد رسی فرماتے ہیں۔ قضائے حاجات کے لیے آپ کی ذات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی خود فرمانِ غوثیت ملاحظہ فرمائیے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَوَسَّلَ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَ مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ لَہٗ وَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ وَ یُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَخْطُوْا اِلٰی جِھَۃِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ خُطْوَۃً یَذْکُرُ فِیْھَا اِسْمِیْ قَضَی اللّٰہُ تَعَالٰی حَاجَتَہٗ---

''جس کسی نے مصیبت کی حالت میں میرا وسیلہ پیش کیا، اس کی مصیبت دور کر دی جائے گی۔ جس نے اپنی حاجت میں مجھ سے فریاد طلب کی، اس کی وہ حاجت پوری کر دی جائے گی، جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام پیش کیا، پھر میرا نام لیتے ہوئے عراق کی جانب گیارہ قدم چلا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرما دے گا''---

[بھجۃ الاسرار، ذکر فضل اصحابہ وبشراھم، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، صفحہ ۱۰۲]

اس فرمانِ غوثیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بعطائے الٰہی قاضی حاجات ہے۔ آپ نے اپنے متوسلین پر کرم فرماتے ہوئے ''صلوٰۃ غوثیہ'' اور ''صلوٰۃ الاسرار'' کی صورت میں ایک عظیم تحفہ عنایت فرمایا، تاکہ جب کوئی خادم مبتلائے مصیبت ہو تو آپ کے

ارشاد کردہ اس طریقہ کے مطابق نمازِ غوثیہ ادا کرے اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرے اور بارگاہ غوثیت میں فریاد کرے تو اللہ تعالیٰ کے کرم اور محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل اور نگاہ غوثیت کے صدقے اس کی مصیبت دور ہو جائے گی۔

اس نماز میں بے شمار اسرار و رموز پوشیدہ ہیں، جن تک اہل معرفت کی ہی رسائی ہوتی ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز ۱۳۰۲ھ کو سلطان المشائخ سیدنا نظام الدین دہلوی قدس سرہ العزیز کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے۔ آپ نے اس دوران نمازِ غوثیہ ادا فرمائی۔ اس وقت آپ کے دل پر ان اسرار و رموز میں سے ایک راز کا القا ہوا، جسے آپ نے اپنی تصنیف لطیف ''انہار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار'' میں ذکر فرمایا۔ قارئین کی ضیافت طبع اور روحانی تازگی کے لیے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

''وہ عظیم راز اور نکتہ یہ ہے کہ اس نماز کے بعد حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے عراق کی جانب گیارہ قدم چلنے کا حکم دیا ہے، اس میں متعدد حکمتیں ہیں، ایک حکمت یہ ہے کہ:

گیارہ کا عدد ایک دہائی اور ایک اکائی یعنی دس اور ایک کا مجموعہ ہے، ابجد کے حساب سے دس کے لیے ''ی'' اور ایک کے لیے ''ا'' استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا گیارہ کے عدد کو ظاہر کرنے کے لیے ''یـــا'' کا لفظ لکھا جاتا ہے اور علم جعفر کے طریقہ کے مطابق اسے الٹ کر ''ای'' لکھا جاتا ہے۔ یـــا حرف نداء ہے، جس کا معنی ہے اے اور ای حرف کا ایجاب ہے، جس کا معنی ہے ہاں، گویا ان گیارہ قدموں میں ارشاد ہے کہ سائل بارگاہ غوثیت میں یا کے ساتھ نداء کر کے عرض کرتا ہے، یا سیدی ھل تقضی حـاجتی اے میرے آقا! کیا آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے؟ آپ پلٹ کر جواب ارشاد فرماتے ہیں، ای واللہ ہاں بخدا میں تیری حاجت روائی کروں گا۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ یا میں ی دہائی ہے، جو کثرت ہے اور الف اکائی ہے، جو کہ وحدت ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ سائلین کثیر ہیں، مگر ان کا مرجع واحد ہے، یقیناً آپ کی ایک ذات ہے، سائلین مختلف احوال کے ہیں، کوئی بادشاہ ہے کوئی گدا، کوئی شہری ہے کوئی دیہاتی، کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے، مگر بارگاہ غوثیت میں سب کا انداز ایک ہی ہے، یہاں ہر کوئی لباس گدائی پہنے ہوئے ہے۔

یا میں ''ی'' پر حرکت ہے اور حرکت اضطراب اور بے قراری کی نشانی ہے، جس میں اشارہ ہے کہ سائلین اضطراب و بے قراری کی حالت میں آپ کی بارگاہ میں

حاضر ہیں۔ اوری پر حرکت فتحہ (زبر) ہے، جس میں اشارہ ہے کہ پکارنے والوں کو اس ندا کی برکت سے فتح اور فیض حاصل ہوگا (فقیر رضوی فیض رضا سے عرض کرتا ہے کہ الف کثیر مطالبات کے باوجود پریشان نہیں بلکہ سکون و وقار کے ساتھ ان کی حاجت روائی فرما رہے ہیں۔ الف کھڑا اور قائم ہوتا ہے، آپ بھی غلاموں کی فریاد سننے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور ان کی حاجت روائی کے لیے قائم ہیں۔ دیناوی امراء کی طرح مطالبات سن کر راہ فرار اختیار کرنے والے نہیں ہیں۔ فریادی حرکت و اضطراب میں ہیں مگر آپ پرسکون کھڑے ہوئے انہیں اشارہ فرما رہے ہیں کہ اب تم سکون والی بارگاہ میں آگئے ہو لہٰذا تمہارا اضطراب بھی سکون میں بدل جائے گا۔ ی پست ہے اور الف بلند ہے، اس میں مانگنے والوں کے لیے تسلی کا اشارہ ہے کہ اے طالبو! اب تم میرے بلند ہاتھ کے سایے میں آچکے ہو لہٰذا پریشانی چھوڑ دو کہ تم جید نہ سہی میں تو جید ہوں۔

ایک حکمت یہ ہے کہ ای میں الف پہلے اور ی بعد میں ہے، یعنی وحدت پہلے اور کثرت بعد میں ہے، آپ بھی مقام وحدت میں مستغرق ہیں لیکن طالبین کو سکون دینے کے لیے کثرت کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ الف پر کسرہ ہے جو تنزل کی نشانی ہے اور ی پرسکون ہے جو اطمینان کی علامت ہے۔ آپ بھی بحر توحید میں مستغرق ہونے کے باوجود طالبین کی پکار پر ان کثیر غلاموں کی طرف مقامات عالیہ سے نزول فرماتے ہیں اور اپنی توجہات روحانیہ سے انہیں سکون کی دولت عطا فرماتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ آپ ان کثیر سائلین کی ندا کا جواب دیتے ہیں اور انہیں محروم نہیں فرماتے بلکہ سکون کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں''---

آپ کے فرمودہ طریقہ کے مطابق خلوص نیت سے جو شخص اسرار و رموز سے معمور یہ دو رکعت نماز ادا کرے گا اور آپ کی بارگاہ میں استغاثہ کرے گا یقیناً آپ نظر کرم فرمائیں گے اور اپنے غلام کی حاجت روائی کریں گے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس حقیقت کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

وقت کے تقاضوں کی تکمیل...

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہمدرد ایک صدی سے زیادہ نہ صرف آپ کے دُکھ اور تکلیف میں فرحت و تسکین بخش رہا ہے بلکہ آپ کا ہمدم اور خیر خواہ بھی ہے۔ انسانیت کی خدمت اور پرورش کے لئے نہایت وسیع اقسام کی ہربل اور طبی مصنوعات موجود ہیں، جو صحت بخش ہونے کے ساتھ شفاء بخش بھی ہیں۔

ہمدرد اس دور کے تقاضوں کی تکمیل، ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے کرنے کے لئے سرگرم کار ہے۔

صحت انسانی کی بقاء اور بیماریوں کے اس سفر کے ساتھ ساتھ "ہمدرد" نے انسان دوست ادارے کی حیثیت سے تعلیم اور ثقافت کے فروغ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

ISO 9001: 2008 SGS — ہمدرد — ISO 22000 SGS

ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان

ISO 9001: 2008 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED

Blitz DDB

Al-Majeed, Hamdard Centre, Nazimabad No. 3, Karachi-74600, Pakistan. Tel: (+9221) 36616001-4, Fax: (+9221) 36611755, Email: headoffice@hamdard.com.pk,
Website: www.hamdard.com.pk

قسط اوّل

کتابوں کی دنیا

السفینۃ القادریۃ

عبدالحق انصاری

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

امام الصوفیہ محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے آثار و مناقب بارے مختلف اہل علم کی نظم و نثر تحریروں پر مشتمل مجموعہ ''السفینۃ القادریۃ'' پہلی بار تیونس شہر سے ۱۸۸۷ء کو شائع ہوا، تب سے عرب دنیا کے مختلف مقامات سے اشاعت جاری ہے۔ علاوہ ازیں مختلف شعراء کے حمدیہ و نعتیہ کلام سے بھی آراستہ ہے۔

شیخ سید عبدالقادر بن موسیٰ حسنی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۱ھ/ ۱۰۷۸ء کو طبرستان کے علاقہ جیلان میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء کو بغداد میں وفات پائی، جہاں مزار اور اس سے ملحق مسجد و کتب خانہ، مشہور و مرجع خلائق ہیں۔ کنیت ابو محمد و ابو صالح، جب کہ محی الدین، غوث اعظم، پیر پیراں القاب ہیں۔ فقیہ حنبلی، مدرس، ادیب و شاعر، امام الصوفیہ، صاحب کرامات، قادری سلسلہ کے سرتاج، تصنیفات میں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب مطبوع و متداول، نیز اردو وغیرہ زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور آپ کے سلسلہ سے وابستگان کے ذریعے فروغ و خدمت اسلام کا سلسلہ جاری ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے اقوال و ملفوظات محفوظ و مقبول ہیں۔

آپ کے احوال پر عربی زبان میں مختلف ادوار میں متعدد مستقل کتب لکھی گئیں، جن میں سے سات مذکورہ ذیل نئی کتب پیش نظر ہیں:

السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی

تیونس کے شیخ سید محمد مکی بن مصطفیٰ ابن عزوز خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) کی تصنیف مع تقاریظ پینتالیس اکابر علماء کرام، جسے مکتبہ امام احمد رضا لاہور نے ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء کو ۲۳۹ صفحات پر شائع کیا۔ جو پہلی بار ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو ۱۸۶ صفحات پر تیونس کے سرکاری مطبع میں چھپی تھی۔ اب پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری (پیدائش ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) نے اردو ترجمہ کیا، جو زیر طبع ہے۔

عبد القادر الجیلانی شیخ کبیر من صلحاء الاسلام

استنبول یونی ورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد علی عینی اور ایف جی سیمور فیر نے مل کر فرانسیسی زبان میں تصنیف کی جو ۱۹۳۸ء کو پیرس سے شائع ہوئی۔ اب مراکش کے ڈاکٹر محمد جی اور ڈاکٹر محمد الاخضر نے مل کر عربی ترجمہ ۱۹۹۱ء میں کیا، جو دار الثقافۃ للنشر دار البیضاء مراکش نے پہلی بار ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء کو ۲۴۲ صفحات پر شائع کی۔

الشیخ عبد القادر الگیلانی قدس سرہ، حیاتہ و آثارہ

بغداد کے شیخ یونس بن ابراہیم سامرائی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) کی تصنیف جو مطبع الامۃ بغداد نے ۱۹۸۲ء کو تیسری بار ۸۰ صفحات پر شائع کی۔

الشیخ عبد القادر الجیلانی الامام الزاھد القدوۃ

حماہ شام کے ڈاکٹر سید عبدالرزاق بن محمد اشرف گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) کی تصنیف، جسے حزب القادریہ لاہور نے ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء کو ۳۴۴ صفحات پر شائع کیا، جو قبل ازیں ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء کو دار القلم دمشق نے ۳۴۴ صفحات پر شائع کی۔ سال تکمیل تصنیف ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

الشیخ عبد القادر الجیلانی و دورہ فی الدعوۃ الاسلامیۃ فی انحاء العالمین الاسیوی و الافریقی

مراکش کے شیخ سید ابوبکر بن احمد قادری (پیدائش ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) کی تصنیف، جسے مطبع النجاح الجدیدۃ دار البیضاء نے ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کو پہلی بار ۴۵۴ صفحات پر شائع کیا اور دوران تالیف انھوں نے ''السفینۃ القادریۃ'' سے بھی اخذ کیا۔

الشیخ عبد القادر الجیلانی و اعلام القادریۃ

طرابلس لبنان کے ڈاکٹر محمد احمد درنیقہ کی تصنیف، جسے الدار العربیۃ للموسوعات

بیروت نے پہلی بار ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کو ۳۵۱ صفحات پر طبع کرایا۔ اس میں اسلامی صدیوں کے ۳۶۱/۱ اکابر قادری صوفیہ کے مختصر حالات بھی دیے گئے ہیں۔

الشیخ عبد القادر الجیلانی و دعوته الاصلاحیة

چکوال پاکستان کے غلام مرتضیٰ کا مقالہ برائے ایم فل، جو ۱۳۹/ قلمی صفحات پر مشتمل اور ۱۹۹۰ء کو قائد اعظم یونی ورسٹی اسلام آباد میں پروفیسر ڈاکٹر محمد جمیل قلندر کی نگرانی میں انجام پایا۔

اب السفینۃ القادریۃ کے مندرجات اور ان کے مصنفین کا تعارف ملاحظہ ہو:

نام کتاب: السفینۃ القادریۃ

مصنف: متعدد اہل علم کی نثر و نظم تحریروں کا مجموعہ

صفحات: ۳۸۱

سال اشاعت: درج نہیں

ناشر: مکتبۃ النجاح طرابلس، لیبیا

حزب الرجاء و الالتجاء

شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، متعدد صیغوں پر مبنی جو درود شریف پڑھا کرتے، بعد ازاں امام محی الدین عرف جنیدِ یمن رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے دس درود و سلام جمع و مرتب کیے، جو ''حزب الرجاء و الالتجاء'' نام سے مشہور ہوئے۔

سفینہ قادریہ میں یہ دس درود شریف شامل ہیں (صفحہ ۴۸ تا ۴۹) جب کہ مرتب کی کنیت محی الدین اور لقب جنیدِ یمن اور حزب کا مذکورہ بالا نام بتایا گیا ہے۔ (صفحہ ۱۷، ۴۸)

عارف باللہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء) نے اپنی عظیم تالیف ''افضل الصلوات علیٰ سید السادات'' میں حضرت جنیدِ یمن کی اس خدمت کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ دیگر کتب میں ان کے احوال آسانی دست یاب ہیں۔

حضرت جنید یمن رحمۃ اللہ علیہ

جنیدِ یمن حضرت شیخ موسیٰ بن عمر بن مبارک جعفی ابن زعب رحمۃ اللہ علیہ یمن کے شہر بیضاء سے بیس کلومیٹر فاصلہ پر واقع اب غیر آباد گاؤں حصی کے باشندہ، جب کہ وہیں کے مقام اثعب میں ۶۸۲ھ/ ۱۲۸۳ء کو وفات پائی۔ کنیت ابو عمران، مقامی علماء و مشائخ سے استفادہ کے علاوہ حصول علم کے لیے اِب اور

تَعِز شہروں اور علاقہ تہامہ کے سفر کیے۔

شیخ قطب الدین ابو الفداء ابو الذبیح اسماعیل بن محمد میمون حضرمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۷۷ھ/ ۱۲۷۸ء) جوفقیہ ومحدث ومصنف تھے، ان سے فقہی علوم پڑھے اور عارف باللہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن صُفیح رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف وسلوک کی منازل طے کیں۔ پھر عالم جلیل، عارف کامل، زاہد و عابد، صاحب کرامات، شیخ الاسلام و برکۃ الانام، عوام و حکام کے ہاں مقبول، اور یمن میں آپ کو اسی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، جیسے اہل بغداد کے ہاں امام الصوفیہ، حضرت ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۷ھ/ ۹۱۰ء) کو حاصل تھی، اس مشابہت کے باعث جنیدِ یمن کہلائے۔

آپ کے فرزند شیخ احمد بن موسیٰ جعفی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۷۲۲ھ/ ۱۳۲۲ء) بھی عارف کامل اور خلیفہ صادق ہوئے۔ اور آئندہ نسلوں میں بھی علمی وروحانی شخصیات موجود رہیں۔ آپ کی نسل آج بھی یمن میں آل الشقاع، آل الفقیر، آل المسعودی ناموں سے آباد ہے۔ جنید یمن کے حالات حسب ذیل کتب میں ملاحظہ ہوں:

- طبقات الخواص اهل الصدق و الاخلاص، شیخ ابوالعباس احمد بن احمد بن عبداللطیف شرجی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۸۹۳ھ/ ۱۴۸۷ء)، تحقیق شیخ عبد اللہ بن محمد حبشی حضرمی (پیدائش ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء) پہلی اشاعت ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، دار المناهل بیروت، صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۶

WWW.NAFSEISLAM.COM

- ارغام اولیاء الشیطان بذکر مناقب اولیاء الرحمن، المعروف به الطبقات الصغریٰ، شیخ زین الدین محمد بن عبدالروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۲ء)، تحقیق شیخ محمد ادیب جادر، پہلی اشاعت ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، دار صادر بیروت، جلد ۴، صفحہ ۶۱۰ تا ۶۱۱
- جامع کرامات الالیاء، شیخ یوسف بن اسماعیل نبهانی رحمۃ اللہ علیہ، پہلی اشاعت ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء، دار الکتب العربیة الکبریٰ قاہرہ، جلد ۲، صفحہ ۲۷۲
- هدایة الاخیار فی سیرة الداعی الی اللہ محمد الهدار مفتی محافظة البیضاء، شیخ حسین بن محمد الهدار (پیدائش ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء)، پہلی اشاعت ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، الدراسات و المناهج و خدمة التراث رباط للعلوم الشرعیة البیضاء یمن، صفحہ ۵۳۴ تا ۵۳۵
- موسوعة الالقاب الیمنیة، شیخ ابراهیم مقحفی (پیدائش ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۳ء) پہلی اشاعت

۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء، مجد موسسة الجامعية للدراسات و النشر بیروت، جلد۳، صفحہ۲۹۸، جلد۵، صفحہ۱۲۹ تا ۱۳۰، جلد۶، صفحہ۳۵، ۳۶۰

الصلات الکبریٰ فی شرح الصلاۃ الصغریٰ

حضرت جنیدِ یمن نے جودس درود شریف جمع کیے، شیخ محمد بن احمد المّلا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرح لکھی، جو''الصلات الکبریٰ فی شرح الصلاۃ الصغریٰ''نام سے سفینۂ قادریہ کے آغاز میں صفحہ۲ تا ۹۴ پر شامل ہے۔آخر میں بتایا کہ یہ شرح بائیس جمادی الاولیٰ کی رات ۱۲۰۴ھ، مطابق ۱۷۹۰ء کو مکمل کی گئی۔ان میں سے ایک درود کی شرح نسبتاً مفصل اور آغاز سے صفحہ۴۸ تک، اور اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے:

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا محمد السّابق للخلق نورُہ و الرحمة للعالمین ظھورہ ....---

علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ کی''افضل الصلوات علیٰ سیدنا السادات''میں بھی اس درود شریف کا متن زیر نمبر اکتیس شامل ہے۔

شیخ محمد بن احمد المُلّا کی منظومات

سفینۂ قادریہ کے صفحہ۱۶۲ تا ۲۴۷ پر آپ کا منظوم کلام درج ہے۔آغاز میں مسجع نثر پر مشتمل مقدمہ از شاعر، پھر سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دو منظومات اور اس کے بعد شیخ محمد الملا کا کلام شروع ہوتا ہے۔ پہلے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین میں چند نظمیں، پھر حمد، مناجاۃ، ذکر اللہ، توبہ کے موضوعات پر منظومات ہیں۔اگلے صفحات پر ۲۵ سے زائد نعتیں اور آخر میں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں تیس کے قریب منظومات ہیں۔

شیخ محمد الملا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مجموعہ کلام ایک مستقل دیوان کی حیثیت رکھتا ہے، جو سفینۂ قادریہ کے ۸۵ صفحات پر مشتمل ہے، لیکن اسے کوئی نام نہیں دیا گیا۔آخری منقبت کے ابتدائی شعر یہ ہیں:

یا بدر الکمال ما لِی غیرك اعتصام ۔۔۔ انت فی المعالی عالی شامخ المقام

قبرك المنیر اضحٰی مشرق البدور ۔۔۔ صار فی بغداد یحکی البدر بالتمام

اور اس منقبت کا آخری شعر:

لیتنی لحظی بوصل منك یستدام ۔۔۔ واری بغداد حتی انظر المقام

نزھة المشتاق الی قطب العراق

شیخ محمد الملا علیہ الرحمۃ کے اس دیوان میں ایک منقبت کا نام دیا گیا، جو ''نزھة المشتاق الی قطب العراق'' ہے۔ یہ ۱۲۳/اشعار پر مشتمل اور اس میں شیخ محی الدین جیلانی علیہ الرحمۃ کی اکثر کرامات کو قافیہ رائیہ میں منظوم کیا، پہلا شعر یہ ہے:

مل لبغداد و اركبن البحارا　　و اقطعن الديار دارًا فدارا

شیخ محمد بن احمد المُلّا علیہ الرحمۃ

دیوان کے آغاز میں آپ کا نام ان الفاظ میں درج ہے:

''الشيخ الامام، و الحبر الهمام، العالم، العلامة، و العمدة الفهامة، المحقق المدقق، علم زمانه، و فريد عصره و اوانه، ابو عبد الله، الشيخ سيدى محمد الملا التونسي الحنفي، برد الله ضريحه، و اسكنه من الجنان فسيحه''---

شیخ محمد بن محفوظ صفاقسی کی ''تراجم المؤلفين التونسيين'' جلد۴، صفحہ۳۷۴ تا ۳۷۵ پر آپ کے حالات درج ہیں، جو ۱۹۸۲ء کو دار الغرب الاسلامی بیروت نے شائع کی۔

شیخ محمد بن احمد الملا علیہ الرحمۃ، تیونس شہر کے باشندہ اور وہیں پر ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء کو وفات پائی۔ ابو عبداللہ، فقیہ حنفی، مشہور صوفی شاعر، متعدد علماء و مشائخ سے تعلیم و تربیت اور اجازت و خلافت پائی۔ ہندوستان کے مشہور عالم و صوفی سید حافظ مرتضیٰ زبیدی علیہ الرحمۃ (وفات ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) سے بھی قادری وغیرہ سلاسل میں بذریعہ مراسلت اجازت پائی۔ فقہ و تصوف کے علوم میں نام پایا۔ خاص و عام کی محبوب شخصیت، آپ کا کلام تیونس اور اس کے گرد و نواح میں آج تک مقبول ہے۔ لوح مزار پر چھ اشعار درج، جنہیں محمد بن محفوظ نے کتاب میں نقل کیا، نیز حسب ذیل چار تصنیفات کا ذکر کیا:

- الصلوة الكبرى على الصلاة الصغرى
- دیوان
- قصیدہ رائیہ، یعنی نزھة المشتاق
- قصیدہ رائیہ کی شرح

اور اوّل الذکر دو کے بارے میں بتایا کہ ان کے قلمی نسخے نیشنل لائبریری تیونس میں موجود ہیں۔ کسی کی اشاعت بارے خبر نہیں دی، جب کہ ان میں سے تین سفینہ قادریہ میں شامل ہیں۔

المواهب الجليلة شرح حزب الوسيلة

اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں مناجات، استغاثہ و دعا پر مبنی، شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ''حزب الوسیلۃ'' کی ابتدائی عبارت تعوذ و بسملہ و درود شریف کے بعد یہ ہے:

الٰھی بك استغیث فاغثنی و بك استغیث فاعنی و علیك توکلت فاکفنی یا کافی ---

شیخ سید محمد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حزب کی شرح لکھی جو بروز ہفتہ، یکم ذو الحجہ ۱۲۷۲ھ، مطابق ۱۸۵۶ء کو مکمل کی اور یہ ''المواهب الجلیلة شرح حزب الوسیلة'' نام سے سفینہ قادریہ کے صفحہ ۹۶ تا ۱۶۱ پر مطبوع ہے۔

شیخ سید محمد امین گیلانی کی منظومات

شرح حزب الوسیلۃ کے علاوہ آپ کی دو منظومات سفینہ قادریہ کے دیگر مقامات پر شامل ہیں۔ ان میں سے ایک حمد و نعت اور منقبت کے اشعار پر مبنی جب کہ دوسری محض شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں اور دعائیہ اشعار پر ختم ہے۔ پہلی کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

یـا رب صل فی کل الازمـان — علی النبی المصطفٰی العدنانی
یـا ملجـا المضطر یـا سمیع — انت الموصوف بکل الاحسان
انـت الذی قد قلت یـا کریـم — ادعونـی استجب لکـم یـادانـی
و هـا انـا ادعوك تـعـفـو عـنـی — امتنـی یـا رب علـی الایمـان

دوسری کے ابتدائی شعر:

الٰھی بمحی الدین مولی العنایة — تفضل علینا بالرضا و الکرامة
بحرمة عبد القادر الجیلی الذی — لـه رتبة تـعلو علـی کـل رتبة
هو الغوث و القطب الکبیر بذاته — هو العالم الاسنی و بحر الحقیقة
امـام هـمـام حـاکـم متصرف — و تصریفه فی الکون حی و میت
و غیث غیاث فی الوجود کل من — ینـادی بـه یـحضر الیـه بسرعة

شیخ سید محمد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا حمدیہ اشعار کے آغاز میں آپ کا نام ان الفاظ میں درج ہے:

’’العالم الاکمل ، و الھمام الافضل ، الشیخ ، سیدی محمد الامین الکیلانی تغمدہ اللہ برحمتہ ، و اسکنہ فیسح جنتہ‘‘---

شیخ سید محمد امین بن احمد گیلانی ، تیونس کے مقام منزل بوزلفہ کے باشندہ اور ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کو وفات پائی۔ قادری النسب وطریقہ ،فقیہ، ادیب وصوفی شاعر، تین سے زائد تصنیفات ہیں۔

- ختم کتاب الحج من صحیح البخاری نیشنل لائبریری، تیونس میں قلمی نسخہ
- ریاض البساتین فی اخبار الشیخ عبد القادر الجیلی محی الدین ، شیخ علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۷۱۳ھ/۱۳۱۴ء) کی مشہور کتاب ’’بھجۃ الاسرار و معدن الانوار‘‘ کومختصر کر کے اضافات کیےاور جدید طرز پر آٹھ گلدستوں وخاتمہ میں مرتب کر کے یہ نام دیا، سن تکمیل ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۷ء، جب کہ تیونس کے سرکاری مطبع میں ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء کو بھجۃ الاسرار کے حاشیہ پر چھپی۔
- المواھب الجلیلۃ فی شرح حزب الوسیلۃ ، جوسفینہ قادریہ میں مطبوع ہے۔اور شیخ سید محمد امین گیلانی کے حالات مذکورہ ذیل کتب میں درج ہیں۔
- تراجم المولفین التونسیین ،جلد۴،صفحہ ۱۸۸تا۱۹۱
- الشیخ عبد القادر الجیلانی و اعلام القادریۃ،صفحہ ۲۷۰
- معجم البابطین لشعراء العربیۃ فی القرنین التاسع عشر و العشرین ،سیکڑوں اہل علم نے مل کر تصنیف کی، پہلی اشاعت ۲۰۰۸ء، مؤسسۃ جائزۃ عبد العزیز سعود البابطین للابداع الشعری کویت ،جلد۱۵،صفحہ ۶۳۲ تا ۶۳۳
- معجم المولفین ، تراجم مصنفی الکتب العربیۃ ، شیخ عمر رضا کحالہ (وفات ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء) پہلی اشاعت ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جلد۳،صفحہ ۱۴۰

اور آپ کے ان چاروں تذکرہ نویسوں میں سے کسی نے المواھب الجلیلۃ کی اشاعت کی اطلاع نہیں دی، جب کہ ’’معجم البابطین ‘‘میں فقط نام بتایا گیا ہے۔

[جاری ہے]

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ عزوجل کا ''اِسم اعظم'' و اکبر

تحریر: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: محمد رضاء الحسن قادری

یہ مضمون خاتم الحفاظ سند المحدثین مجدد القرن التاسع حضرت اِمام جلال الدین عبدالرحمٰن اِبن ابی بکر سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء) کا ایک مستقل رِسالہ ہے، جس کا نام ''اَلدُّرُّ الْمُنَظَّم فِی الْاِسْمِ الْاَعْظَم'' ہے اور یہ ان کے بے مثال مجموعہ فتاویٰ ورسائل ''اَلْحَاوِیْ لِلْفَتَاوٰی'' میں ۴۳ ویں نمبر پر مندرج ہے۔ اِس مجموعہ مبارکہ میں اِمام صاحب کے مختلف موضوعات پر کل ۸۷ رسائل شامل ہیں، جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم وتحقیق اور معارِف وحقائق کے جواہر کمال عرق ریزی کے ساتھ جڑے ہیں۔

رِسالہ ہذا میں مصنفِ علام رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِسم اعظم و اکبر کے متعلق قرآن وحدیث واقوالِ اسلاف کی روشنی میں ۲۰ ؍اقوال جمع کیے ہیں۔ ہر قول پر جو دلیل ہے، اس کو نقل قول کے بعد باحوالہ لکھا ہے، بعض اقوال پر ایک سے زیادہ دلائل بھی بیان کیے ہیں۔

اِس رِسالہ کا اکثر حصہ حافظ شہاب الدین ابوالفضل اِبن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ء) کی شرح صحیح بخاری یعنی ''فتح الباری'' (بہ ضمن شرح حدیث اسمائے حسنیٰ ۱۱/ ۵-۲۲۴)

سے منقول ہے۔قبل ازیں اِس رسالہ متبرکہ کا ایک ترجمہ لاہور کے ایک ادارہ نے شائع کیا،مگر اِس ترجمہ میں مترجم سے کئی ایک فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔راقم نے اپنے مبلغ علمی کے مطابق صحت ترجمہ کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔(مترجم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَ الصِّفَاتُ الْعُلْیَا وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمَخْصُوْصِ بِالشَّفَاعَۃِ الْعُظْمٰی وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ ذَوِی الْمَقَامِ الْاَسْنٰی وَ بَعْدُ:

مجھ سے اِسم اعظم اور جو کچھ اُس سے متعلق وارِد ہوا، کے بارے سوال کیا گیا،تو مَیں نے اُن احادیث، آثار اور اقوال کا اِستیعاب کیا، جو اُس سے تعلق دار ہیں۔سومَیں اِسم اعظم کے متعلق چند اقوال پیش کرتا ہوں:

۱- کوئی اِسم بھی اعظم نہیں، اِس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں۔ان میں سے کسی کو کسی پر فضیلت دینا جائز نہیں۔

یہ علما کی ایک جماعت کا مذہب ہے، جن میں ابو جعفر طبری، ابوالحسن اشعری، ابو حاتم ابن حبان اور قاضی ابو بکر باقلانی ہیں اور اسی کے مثل امام مالک وغیرہ کا قول ہے۔

اِن حضرات کے نزدیک اللہ عز وجل کے کسی اِسم کو کسی دوسرے اِسم الٰہی پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے اور جن روایات میں اِسم اعظم کا ذِکر ہوا ہے، اُن میں (اعظم سے) مراد عظیم ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

طبری کے الفاظ یہ ہیں:

''اِسم اعظم کی تعیین میں آثار کا اِختلاف پایا جاتا ہے اور میرے نزدیک تمام اقوال صحیح ہیں، کیوں کہ ان میں سے کسی خبر میں ایسا کچھ وارِد نہیں ہوا جس سے یہ ظاہر ہو کہ فلاں اِسم اعظم ہے اور اُس سے اعظم کچھ بھی نہیں۔پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذی شان ہے:

کُلُّ اِسْمٍ مِنْ اَسْمَائِیْ یَجُوْزُ وَصْفُہٗ بِکَوْنِہٖ اَعْظَم ---

''میرے ناموں میں سے ہر نام کو '(اِسم) اَعظم' سے موصوف کرنا جائز ہے''---

تو یہ (اعظم) عظیم کے معنی کی طرف لوٹتا ہے''---

اِبن حبان نے کہا ہے:

''روایات میں مذکور اعظمیت سے مراد اُس نام کے ساتھ دعا کرنے والے کے ثواب کی زیادتی ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں اِس کا اِطلاق ہوا ہے اور مراد اس سے

قرآنِ کریم کے ساتھ دُعا کرنے اور اُس کے پڑھنے والے کے ثواب کا زیادہ ہونا ہے"---

۲- اِسمِ اعظم اُن اُمور میں سے ہے جن کا علم اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے اور اُس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا، جس طرح کہ لیلۃ القدر (قدر کی رات)، ساعتِ اِجابت (قبولیت کی گھڑی) اور صلاۃ وسطٰی (درمیانی نماز) کے بارے کہا گیا ہے۔

۳- اِسمِ اعظم ھُوَ ہے۔

اِسے امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہلِ کشف سے نقل کیا ہے اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی موجودگی میں اُس سے عزت سے بات کرتا ہے، تو وہ یوں نہیں کہتا:

اَنْتَ قُلْتَ کَذَا---

بلکہ وہ اُس کے ساتھ ادب سے پیش آتے ہوئے ('تو' کے بجائے) ھُوَ یعنی آپ کہتا ہے۔

۴- اِسمِ اعظم اِسمِ اللّٰہ ہے۔ کیوں کہ:

اوّل: یہ وہ اسم ہے جس کا غیر اللہ پر اِطلاق نہیں کیا جاتا۔

دوم: اسمائے حسنٰی میں یہی اسم اصل ہے، اِسی لیے اَسمائے حسنٰی کی اِضافت اسم اللہ کی طرف کی جاتی ہے (یعنی اللہ کے اسمائے حسنٰی کہا جاتا ہے)۔

سوم: اِبن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بایں سند نقل کرتے ہیں کہ ہم سے حسن بن محمد بن صباح نے، اُن سے اِسماعیل ابن علیہ نے بیان کیا۔ وہ ابورجا سے روایت کرتے ہیں۔ اُن سے ایک شخص نے جابر ابن عبداللہ ابن زید کی نسبت بیان کیا کہ اُنھوں نے کہا:

"اللہ عزوجل کا اِسمِ اعظم اللّٰہ ہے۔ کیا تو نے اللہ ربّ العزت کا یہ فرمان نہیں سنا:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ---[پارہ ۲۸، سورۃ الحشر: ۲۲]

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا۔ وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا"---[کنزالایمان]

چہارم: اِبن ابی الدنیا نے کتاب "الدعا" میں لکھا ہے کہ مجھ سے اِسحٰق بن اِسماعیل نے بیان کیا، وہ سفیان بن عیینہ سے، وہ مسعر سے روایت کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا:

"اللہ جل شانہ کا اِسمِ اعظم "یَا اَللّٰہُ" ہے"---

۵- اِسمِ اعظم اَللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ہے۔

اوّل: حافظ اِبن حجر (عسقلانی) نے ’’(فتح الباری) شرح بخاری‘‘ میں کہا ہے کہ:

’’شاید اِس کا اِستناد اُس حدیث سے ہے جسے اِبن ماجہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِسم اعظم کی بابت عرض کیا کہ اُنھیں سکھائیں، تو (اُس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً کچھ نہیں فرمایا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھنے لگ گئیں۔ نماز کے بعد اُنھوں نے اِن الفاظ کے ساتھ دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اللّٰہَ وَ اَدْعُوْکَ الرَّحْمٰنَ وَ اَدْعُوْکَ الرَّحِیْمَ وَ اَدْعُوْکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی کُلِّھَا مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ---

’’اے اللہ! مَیں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے رحمٰن کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے تیرے تمام اسمائے حسنٰی کے ساتھ پکارتی ہوں، اُن میں سے جنھیں مَیں جانتی ہوں اور جنھیں نہیں جانتی‘‘---

اِسی حدیث میں ہے کہ (دعا ختم کرنے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اِنَّہٗ لَفِی الْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَوْتِ بِھَا---

’’اِسم اعظم اُنھی اسماء میں ہے جن سے تو نے دُعا کی ہے‘‘---

اِمام اِبن حجر نے کہا ہے کہ اِس کی سند ضعیف ہے اور اِس سے اِستدلال محلِ نظر ہے۔ انتھٰی

مَیں (سیوطی) کہتا ہوں:

’’اِستدلال میں اِس روایت سے زیادہ قوی وہ حدیث ہے جسے حاکم نے ’مستدرک‘ میں تخریج کیا اور عبداللہ اِبن عباس نے اُس کی تصحیح کی کہ حضرت سیدنا عثمان اِبن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے متعلق سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’یہ اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ایک اِسم ہے، اِس کے اور اللہ جل شانہ کے اِسم اکبر (اعظم) کے درمیان اِتنا ہی قرب ہے جتنا کہ آنکھ کی سفیدی اور سیاہی‘‘---

دوم: دیلمی کی ’’مسند الفردوس‘‘ میں حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث مروی ہے۔ فرمایا:

اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ سِتِّ اٰیَاتٍ مِّنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْحَشْرِ---

’’اللہ تعالیٰ کا اِسم اعظم سورۂ حشر کی آخری چھ آیات میں ہے‘‘---

۶- اِسمِ اعظم اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

ترمذی وغیرہ حضرت اسما بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اِرشاد کیا:

اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ : وَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَ فَاتِحَۃِ سُوْرَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ : الٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ---

''اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم اِن دو آیتوں میں ہے: وَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ [پارہ:۲، سورۃ البقرۃ:۱۶۳] اور سورۂ آلِ عمران کی اِبتدائی آیت: الٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ''---

۷- اِسمِ اعظم اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

اوّل: اِبن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

''اِسمِ اعظم قرآنِ پاک کی تین سورتوں؛ البقرہ، آلِ عمران اور طٰہٰ میں ہے''---

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے قاسم کہتے ہیں کہ:

''مَیں نے اِسمِ اعظم کو اِن سورتوں میں تلاش کیا، تو مَیں نے پایا کہ وہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے''---

دوم: اِمام فخر الدین رازی نے اِس قول کو قوی قرار دیا اور اس پر یہ دلیل قائم کی کہ:

''یہ دو اِسم اللہ تعالیٰ کی رُبوبیت کی صفاتِ عظمیٰ پر جس شان سے دلالت کرتے ہیں، اِن کے علاوہ کوئی اور اسم اِن صفات پر دلالت نہیں کرتا''---

۸- اِسمِ اعظم اَلْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

احمد، ابوداؤد، اِبن حبان اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص پاس ہی نماز ادا کر رہا تھا۔ نماز مکمل کر کے اُس نے اِن الفاظ سے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ---

''اے اللہ! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیوں کہ حمد تیری ہی ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بے حد مہربان، بہت زیادہ بخشش کنندہ، آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔

اے جلال اور عزت والے، اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، اے ہمیشہ قائم رہنے والے!''---

(جب اُس نے دُعا ختم کی، تو) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ وَ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی ---

''بے شک اِس نے اللہ تعالیٰ سے اُس کے اُس عظیم نام کے ساتھ دُعا کی ہے کہ جب اُس نام سے اللہ سے دُعا کی جائے، تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے اور جب اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے، تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے''---

۹- اِسم اعظم بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ہے۔

ابو یعلی نے بہ طریق سری بن یحییٰ، قبیلہ طی کے ایک شخص سے روایت کی اور اُس کی خوب تعریف بھی کی۔ اُس نے کہا:

''مَیں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگا کرتا تھا کہ وہ مجھے اِسم اعظم دکھائے، تو مَیں نے آسمان کے تاروں میں لکھا دیکھا:

یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ---

''اے آسمانوں اور زمین کو بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے بڑائی اور عزت والے!''---

۱۰- اِسم اعظم ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ہے۔

اوّل: ترمذی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا:

یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ !---

تو آپ ﷺ نے فرمایا: قَدِ اسْتُجِیْبَ لَکَ فَسَلْ ---

''بلاشبہ تیری دُعا مقبول ہوئی، پس (مزید) مانگ!''---

دوم: اِبن جریر نے اپنی تفسیر میں سورۃ النمل کے تحت مجاہد سے نقل کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا:

''وہ نام جس کے ساتھ دُعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے، یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ہے''---

سوم: فخر (رازی) نے اِس کی دلیل میں کہا ہے کہ:

''یہ اِسم اللہ عزوجل کی تمام صفاتِ معتبرہ کو شامل ہے، کیوں کہ ''الجلال'' میں جمیع صفاتِ سلبیہ کی طرف اِشارہ ہے اور ''الاکرام'' میں تمام صفاتِ اِضافیہ کی طرف''---

۱۱- اِسم اعظم اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے۔

ابوداؤد، ترمذی، اِبن ماجہ، اِبن حبان اور حاکم حضرت بریدہ (اسلمی) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو (یوں دُعا کرتے ہوئے) سنا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ---

''اے اللہ! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں اِس لیے کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ایسا اکیلا اور بے نیاز ہے جو نہ خود کسی سے پیدا ہوا اور نہ جس سے کوئی پیدا ہوا اور کوئی ایک بھی جس کے برابر کا نہیں ہے''---

تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک تو نے اللہ تعالیٰ سے اُس اِسم کے ساتھ سوال کیا ہے کہ جب اس نام سے اُس سے مانگا جائے، تو وہ عطا فرماتا ہے اور جب اس نام کے ساتھ دعا کی جائے، تو وہ دعا کو (ضرور) قبول فرماتا ہے''---

ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: لَقَدْ سَاَلْتَ اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ ---

حافظ اِبن حجر نے کہا ہے:

''یہ روایت من حیث السند اِسم اعظم سے متعلق وارد تمام روایات سے راجح ترین ہے''---

۱۲- اسم اعظم رَبِّ رَبِّ ہے۔

اوّل: حاکم نے حضرت ابو دردا اور اِبن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اِسم اکبر رَبِّ رَبِّ ہے۔

دوم اِبن ابی الدنیا نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت کی ہے کہ:

''جب بندہ (دعا میں) یَا رَبِّ یَا رَبِّ کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَبَّیْکَ عَبْدِیْ، سَلْ تُعْطَ---

''لبیک! میرے بندے تو سوال کر، تجھے عطا کیا جائے گا''---

۱۳- اِسم اعظم مَالِکُ الْمُلْکِ ہے۔

اِس کے بارے مَیں نہ جان سکا کہ یہ کس نے ذِکر کیا ہے۔

طبرانی نے ''(معجم) کبیر'' میں سندِ ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ عزوجل کا وہ اسم اعظم کہ جس کے ساتھ اُس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے، سورۂ آلِ عمران کی اِس آیت میں ہے: قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ سے وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ''---

۱۴- اِسم اعظم دعوتِ ذوالنون (مچھلی والے یعنی یونس علیہ السلام کی دُعا) ہے۔

اوّل: نسائی اور حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

دَعْــوَۃُ ذِی النُّوْنِ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہٗ---

''مچھلی والے کی دُعا مچھلی کے پیٹ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ؛ [پارہ:۱۷، سورۃ الانبیاء:۸۷] کوئی بھی مسلمان اِس کے ساتھ دُعا مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی دُعا کو قبول فرمالیتا ہے''---

دوم: ابن جریر نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کا وہ نامِ نامی کہ جب اُس کے صدقے سے اُس سے دُعا کی جائے، تو وہ قبول فرمالیتا ہے اور اس نام کے ساتھ جو کچھ مانگا جائے، وہ عطا فرمادیا جاتا ہے، وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کی دعا ہے''---

سوم: حاکم نے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ:

''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:)
اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اسْمِ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ دُعَاءِ یُوْنُسَ---

''کیا میں تمہاری راہ نمائی اللہ تعالیٰ کے اِسم اعظم دُعائے یونس کی طرف نہ کروں؟ تو ایک شخص نے عرض کی، (یارسول اللہ!) کیا وہ (دُعا) حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَسْمَعُ قَوْلَہٗ: وَ نَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ---

[پارہ:۱۷، سورۃ الانبیاء:۸۸]

''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا (یہ) قول نہیں سنا؟'' اور ہم نے اُسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایسی ہی نجات دیں گے ایمان والوں کو'' (یعنی یہ دُعائے کریمہ تمام اہل ایمان کے لیے عام ہے)---

چہارم: ابن ابی حاتم نے کثیر بن معبد سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے اللہ تعالیٰ کے اِسم اعظم کے بارے میں سوال کیا۔ تو اُنھوں نے کہا، کیا تو نے قرآنِ کریم میں ذوالنون کا قول نہیں پڑھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ---[الانبیاء:۸۷]

''کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو، بے شک مجھ سے بے جا ہوا''---

۱۵- اِسم اعظم کلمۂ توحید ہے۔ اِسے (قاضی) عیاض نے نقل کیا۔

۱۶- فخر (الدین) رازی، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ وہ انھیں اِسم اعظم تعلیم کرے۔ تو اُنھوں نے خواب میں (لکھا) دیکھا:

هُوَ اللّٰهُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ---

۱۷- اِسم اعظم اسمائے حسنیٰ میں مخفی ہے۔ اِس کی تائید گزشتہ حدیثِ عائشہ سے ہوتی ہے کہ جب اُنھوں نے بعض اسمائے اِلٰہی نیز اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے فرمایا:

اِنَّهٗ لَفِی الْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَوْتِ بِهَا---

''اِسم اعظم اُن اسما میں ہی ہے، جن سے تو نے دعا کی ہے''---

۱۸- اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہر وہ نام اِسم اعظم ہے جس کے ساتھ بندہ اپنے ربّ سے مکمل اِستغراق کے ساتھ اِس حالت میں دُعا کرے کہ اُسے کوئی اور فکر لاحق نہ ہو۔ اِس حالت میں جو دعا اللہ تعالیٰ سے کی جائے، وہ البتہ (نہایت) جلد قبول ہوتی ہے۔

اوّل: ابو نعیم نے ''حلیہ'' میں ابو یزید بسطامی کے حوالے سے بیان کیا کہ اُن سے کسی شخص نے اِسم اعظم کے متعلق سوال کیا۔ تو اُنھوں نے جواباً کہا:

''اِسم اعظم کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ یہ تو تیرے دل کا (دُنیا کے مشاغل سے) فارِغ ہو کر اللہ جل شانہ کی وحدانیت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ جب تو اِس حالت کو پہنچ جائے تو پھر تو جس اِسم کو بھی چاہے اِختیار کر لے، تو اُس کے توسل سے مشرق و مغرب کی سیر کرے گا''---

دوم: ابونعیم ہی ابوسلیمان دارانی سے نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے بعض مشائخ سے اِسم اعظم کی بابت پوچھا۔ اُنھوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو اپنے قلب کو پہچانتا ہے؟ مَیں نے کہا: ہاں! اُنھوں نے کہا:

جب تو اپنے دِل کو (ہدایت کی طرف) مائل اور اُس پر رِقت طاری دیکھے تو اللہ عزوجل سے اپنی حاجت بیان کر۔ اُسی (کیفیت) کو اللہ کا اِسم اعظم کہتے ہیں۔

سوم: ابونعیم نے اِبن ربیع سائح سے بیان کیا کہ اُن کو ایک شخص نے کہا، مجھے اِسم اعظم سکھلایئے! تو آپ نے کہا:

''لکھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور اللہ کی اِطاعت گزاری کر، ہر شے تیری مطیع ہو جائے گی''---

۱۹- اِسم اعظم اَللّٰھُمَّ ہے۔

اِسے زرکشی نے ''شرح جمع الجوامع'' میں حکایت کیا اور اس سے اِستدلال کیا کہ:

''لفظ اللہ ذاتِ باری پر اور میم ننانوے صفات پر دلالت کرتا ہے۔ اِسے اِبن مظفر نے ذِکر کیا''---

اِسی لیے حسن بصری نے کہا ہے: ''اَللّٰھُمَّ دُعا کا مخزن ہے''---

نضر بن شمیل نے کہا:

''جس نے اَللّٰھُمَّ کہا، تحقیق اُس نے اللہ کو اُس کے تمام اسما کے ساتھ پکارا''---

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۰- اِسم اعظم الٓمّٓ ہے۔

اوّل: اِبن جریر نے حضرت عبداللہ اِبن مسعود رضی اللہ عنہ سے تخریج کی۔ اُنھوں نے کہا:

''الٓمّٓ اللہ عزوجل کا اِسم اعظم ہے''---

دوم: اِبن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں:

''الٓمّٓ اللہ تعالیٰ کے اسما میں اِسم اعظم ہے''---

سوم: اِبن جریر اور اِبن ابی حاتم دونوں حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا:

''الٓمّٓ قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس لفظ کے ساتھ قسم اُٹھائی ہے اور یہ اللہ عزوجل کے ناموں میں سے ہے''---

دوسری قسط

حضور اقدس ﷺ سے محبت کیا ہے؟

علامہ مولانا محمد علی نقشبندی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

• قرآن مجید سے محبت

علامات محبت رسول ﷺ میں سے قرآن کریم سے محبت رکھنا بھی ہے۔ کیوں کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید فرقان حمید لائے، جو کتاب ہدایت ہے، کتاب اخلاق وسیرت ہے۔ چناں چہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے:

کَانَ خُلُقُہُ الْقُرآن---یعنی حضور اقدس ﷺ کا اخلاق قرآن ہے---

قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اس پر عمل کرنا، اِس کو سمجھنا، اس میں غور وتدبر کرنا اور اس کے حدود کو قائم کرنا، علامات محبت میں سے ہے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم سے محبت کی نشانی قرآن کریم سے محبت رکھنا ہے اور قرآن کریم سے محبت نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامت ہے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کی علامت سنت سے محبت کرنا ہے اور سنت سے محبت کرنا آخرت سے محبت رکھنا ہے اور آخرت سے محبت دنیا سے بُغض رکھنا ہے اور دنیا سے بُغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ذخیرہ نہ کرے، بجز اس توشہ کے جو آخرت میں کام آئے۔

در حقیقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا معیار و مصداق قرآن وحدیث ہے، اس لیے کہ محبوب کا کلام محبوب ہوتا ہے اور صد حیف ہے کہ کلام اللہ کی محبت سے زیادہ لہو ولعب اور

گانے باجے سے محبت رکھی جائے، حالاں کہ یہی فسادِ قلب اور خرابیِ باطن کا نشان ہے۔

قرآن کریم کی صوتِ حسن سے سماعت نصیب ہو جائے تو زیادتیِ ایمان اور تقویتِ ایمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ [تدبر قرآن]

● احادیث سے محبت

حضور سیّد المرسلین ﷺ کی تعظیم میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث شریف سے محبت کی جائے اور تعظیم کی جائے۔ حدیث شریف کے پڑھنے یا سننے کے لیے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ جب حدیث شریف پڑھی جائے تو اپنی آواز کو بلند نہ کرنا چاہیے بلکہ دھیمی کر دینی چاہیے، جیسا کہ حیات شریف میں حضور نبی کریم ﷺ کے تکلم کے وقت ہوا کرتا تھا اور مستحب ہے کہ حدیث شریف اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھی جائے۔ حدیث شریف پڑھتے یا پڑھاتے وقت کسی کی تعظیم کے لیے اٹھنا مکروہ ہے۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سال تک برابر آتا جاتا رہا، مگر انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی وقت بھی بے تعظیمی سے قال رسول ﷺ کہتے نہیں سنا، ایک دِن بے خیالی میں ان کی زبان پر یہ جاری ہو گیا تو وہ اتنے شرمندہ ہوئے کہ ان کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ پسینہ پسینہ ہو گئے۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ ان کا چہرہ گرد آلود جیسا ہو گیا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ایسی ہچکی بندھی کہ گردن کی رگیں سوج گئیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وادیِ عقیق کی طرف جا رہا تھا، میں نے راستے میں اُن سے ایک حدیث شریف کی بابت پوچھا تو انھوں نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا کہ مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی کہ راستہ چلتے ہوئے مجھ سے حدیث شریف کی بابت سوال کرو گے۔

جب لوگ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طلبِ علم کے لیے آتے تو خادمہ دولت خانہ سے نکل کر اُن سے دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف کے لیے آئے ہیں یا مسائل فقہ کے لیے۔ اگر وہ کہتے کہ مسائل کے لیے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث شریف کے لیے آئے ہیں تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غسل کرتے، خوشبو لگاتے، پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکلتے۔ آپ کے لیے ایک تخت بچھا رہتا، جس پر بیٹھ کر آپ روایت حدیث کرتے۔ اثنائے روایت مجلس میں عود جلایا جاتا۔ یہ تخت صرف روایت حدیث کے لیے رکھا ہوا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ اس طرح حضور سیّد المرسلین

شفیع المذنبین ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔

حضرت ابن سیرین تابعی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات ہنس پڑتے لیکن جب بھی ان کے سامنے حدیث مصطفیٰ ﷺ بیان کی گئی تو فوراً متواضع ہو کر سر جھکا دیا کرتے۔

● محبوب کی دِل کش اداؤں سے محبت

حضرت ابوعثمان فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، انھوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی، جس سے اس کے پتے گرنے لگے، پھر مجھ سے کہنے لگے، اے ابوعثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا، بتا دیجیے، ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا تو آپ ﷺ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی کو پکڑ کر اسی طرح کیا تھا، جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑنے لگے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا۔ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجیے، ایسا کیوں کیا۔ [تذکرۃ المحدثین]

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گر رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ط إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ط ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ٥--- [پارہ ۱۲، سورہ ہود، آیت ۱۱۴]

''آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں، بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے''---

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جو عمل کر کے دکھایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی ادنیٰ مثال ہے، جب کسی شخص کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو پھر اس کی ہر ایک ادا بھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام کرنے کو جی چاہتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے۔ جو لوگ محبت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ اپنی اونٹنی کو ایک مکان کے گرداگرد پھرا رہے ہیں، ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، اس لیے میں نے بھی کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم امور عادیہ میں بھی حضور اقدس ﷺ کی اقتدا کیا کرتے تھے۔ [فضائل اعمال]

● پسند ھی پسند

آقائے نامدار حبیب کردگار ﷺ کے لیے آٹے کی بھوسی کبھی صاف نہ کی جاتی تھی۔

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے بروایت حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بن چھانے آٹے کی روٹی کھاتے دیکھا ہے اس لیے میرے واسطے آٹا نہ چھانا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے حضور نبی کریم ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھا گیا، جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا۔ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے کدو کی قاشیں تلاش کرتے تھے۔ اِس لیے میں اس دن کے بعد سے کدو ہمیشہ پسند کرتا رہا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور سید عالم ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سن کر امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا، تجدید ایمان کرو، ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔

حضرت عبید بن جریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ بیل کے دباغت کیے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا کیوں پہنتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ ایسا جوتا پہنا کرتے تھے، جس میں بال نہ ہوں، اسی میں وضو فرمایا کرتے تھے، اس لیے میں دوست رکھتا ہوں کہ ایسا جوتا پہنوں:

فدا ہو آپ ﷺ کی کس کس اَدا پر
اَدائیں لاکھ اور بے تاب اِک دِل [اخگر]

● اھل مودت کی تعظیم و توقیر

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کی حضور اقدس ﷺ سے نسبت ہے، ان کی تعظیم و توقیر کرنا، حرمین شریفین میں آپ ﷺ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا یا وہ چیزیں جو حضور اقدس ﷺ کے دست کرم سے چھوگئی ہوں یا حضور اکرم ﷺ نے ان کی معرفت کرائی ہو، ان سب کا اکرام ہونا حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم میں داخل ہے اور ان سب کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان کے لیے لازم و ضروری ہے۔

● ......منقول ہے کہ حضرت ابومخدورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب بیٹھتے تو ان کے بال زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا، اِن بالوں کو اتنا لمبا کیوں کر رکھا ہے، انھیں ترشواتے کیوں نہیں؟ جواب میں فرمایا، میں انہیں اس بناء پر نہیں ترشواتا کہ ایک مرتبہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک ان سے مس کر گیا تھا، میں تبرکاً ان کی حفاظت کرتا ہوں۔

● ......حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند موئے مبارک تبرکاً رکھے ہوئے تھے۔ایک جنگ میں ان کی ٹوپی سر سے اتر کر گر پڑی تو انھوں نے ان موئے مبارک کو حاصل کرنے کے لیے اس شدت کے ساتھ جنگ کی کہ چند مسلمان شہید ہو گئے۔اس پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔انھوں نے فرمایا، میں نے یہ جنگ محض ٹوپی کے حاصل کرنے کے لیے شدت کے ساتھ نہیں لڑی، بلکہ ان چند موئے مبارک کے لیے لڑی جو اس ٹوپی میں سلے ہوئے تھے تا کہ وہ مشرکوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہو جائیں اور مجھ سے یہ تبرک کہیں جاتا نہ رہے۔

● ......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشست گاہ پر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے، پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے۔

● ......حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں اپنی سواری کے جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے کہ میں خدا سے شرم رکھتا ہوں کہ اس زمین کو گھوڑوں کے سُموں سے روندوں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں اور جس ارض مقدس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبارک قدم رکھے ہوں۔

● ......حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو قید کرنے اور اس پر تین درّے مارنے کا فتویٰ دیا، جس نے یہ کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے۔حالاں کہ وہ شخص لوگوں میں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا اور کیا تعجب کہ اس شخص کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا جائے جو معاذ اللہ یہ کہے کہ وہ مٹی خراب اور غیر خوشبودار ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کیا کرتے تھے کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی تھیں۔

● اھل علم و فضل سے محبت

علماء اور اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنا یقیناً آئینہ دل کے زنگ کو صاف کرتا ہے، دنیا کی آلائشیں اس سے دھلتی ہیں، روح کو پاکیزگی میسر آتی ہے، ان کی بابرکت مجالس میں دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں اور مردہ قلوب کو حیات نو ملتی ہے۔

رسالہ جزاء الاعمال میں مصنف فرماتے ہیں کہ علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں۔اتباع سنت کے عاشق ہوں، اِفراط و تفریط سے بچتے ہوں، خلق اللہ پر شفیق ہوں، تعصب و عناد ان میں نہ ہو اور بقول ان کے ایسے بزرگوں کی صحبت و خدمت جس قدر میسر ہو جائے غنیمت عظمیٰ ہے۔اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ

ضرور التزام کرے۔ اس کی برکات خود دیکھ لے گا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کریم کے بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَo---

[پارہ ۱۱، رکوع ۴، آیت ۱۱۹]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو''---

مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں۔ جب کوئی شخص اُن کی دہلیز کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوت ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے:

چوں تو خواہی ہم نشینی با خدا ‏ ‏ ‏ رو نشیں تو در حضور اولیا

چوں شدی دور از حضور اولیاء ‏ ‏ ‏ در حقیقت گشتہ دور از خدا

چوں تو پیوندی بداں شہ شوی ‏ ‏ ‏ ذرّہ باشی و لیکن مہ شوی

ہیں بشو تو خاکپائے اولیاء ‏ ‏ ‏ تا بہ بینی زِ ابتداء تا اِنتہاء

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ‏ ‏ ‏ آنچہ درو ہمت نیاید آں دہد

❶ اگر تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے تو جا اور اولیائے کرام کی صحبت اختیار کر۔

❷ اگر تو عارفانِ حق کی صحبت سے دور ہو گیا تو اچھی طرح سمجھ لے، در حقیقت تو اللہ تعالیٰ سے دُور ہو گیا۔

❸ جب تو اس بادشاہ یعنی مرشد کامل سے جا ملا تو سمجھ لے اب تو بھی بادشاہ بن جائے گا اگرچہ ذرّے کے مانند حقیر ہے لیکن ان کی برکت صحبت سے چمکتا ہوا چاند بن جائے گا۔

❹ میری بات کو سن جا اور اولیاء کرام کے قدموں کی دھول بن جا، تا کہ تجھ کو ابتدا اور انتہا سب نظر آنے لگے۔

❺ شیخ کامل کی مقدس ذات وہ سنگ پارس ہے کہ تیری مردہ جان تجھ سے لے کر تجھ کو سو (۱۰۰) جان عطا فرمائے گا اور جو کچھ تیرے ذہن میں بھی نہیں آ سکتا، وہ تجھ کو عنایت فرمائے گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

نبی اکرم ﷺ کی اولاد اسلامی معاشرے میں

سید فضل الرحمٰن

اس پر تو سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کے صاحب زادے کتنے تھے؟ زیادہ صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ تین تھے۔ چناں چہ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ دو صاحبزادے تھے، سیدنا قاسم اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حافظ مقدسی نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام طیب و طاہر بھی تھا، ابن قیم بھی اس کو صحیح قرار دیتے تھے۔

ابن عبدالبر نے بھی اس قول کو اکثر اہلِ نسب کا قول قرار دیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور علی بن العزیز جرجانی سے بھی یہی منقول ہے اور ابو بکر بن البرقی کی بھی یہی رائے ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ طاہر و طیب، عبداللہ کے علاوہ تھے۔ اس طرح آپ ﷺ کے صاحبزادے پانچ ہوں گے۔

جب کہ ایک اور قول یہ ہے کہ طاہر و طیب کے علاوہ دو صاحبزادے اور تھے، مطہر اور مطیب

اوران کی ترتیب یہ ہے کہ قاسم، طاہر، طیب، مطیب۔ اس طرح آپ ﷺ کے کل صاحبزادے سات اوراولاد گیارہ ہوگی ،لیکن مشہورقول وہی ہے جواوپر بیان ہوا۔

❶ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھےاور بعثت سے پہلے ہی جب کہ مجاہد علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق سات دن کے تھے، زہری علیہ الرحمۃ اور جبیرابن مطعم علیہ الرحمۃ کے بقول دوسال کے اور قتادہ علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق چلنے لگے تھے، انھوں نے وفات پائی۔

آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم انہی کے نام سے ہےاور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر آپ ﷺ کو اسی کنیت سے پکارتے تھےاور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا نام اور کنیت کوئی نہ رکھے تاکہ اشتباہ نہ ہو۔

❷ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کی لڑکیوں میں سب سے بڑی ہیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابولعاص بن ربیع بن لقیط سے ہوئی۔ ابوالعاص غزؤ بدر میں گرفتار ہوگئے تھے۔ رہائی کے وقت ان سے وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ مکہ جاکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیں گے۔

چناں چہ ابوالعاص نے مکہ جاکران کو اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔

اس کے بعد ابوالعاص تو مکہ میں رہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں قیام پذیر رہیں۔ فتح مکہ سے قبل وہ مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ نے حضرت زینب کا ان سے نکاح بحال کردیا۔

واقعے کی مکمل تفصیل غزوۂ بدر میں ملاحظہ فرمائیں:

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے شریفانہ برتاؤ کی تعریف کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ ھ میں وفات پائی۔ ام ایمن، حضرت سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے غسل دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ وفات کی وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی، لڑکے کا نام علی تھا۔ ان کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ بچپن میں وفات پائی اور ایک روایت میں ہے کہ سن تمیز کو پہنچ کر اپنے والد ابوالعاص کی زندگی ہی میں انتقال کیا۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جنگ یرموک میں شہادت پائی۔ لڑکی کا نام امامہ رضی اللہ عنہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ بعض اوقات امامہ رضی اللہ عنہا نماز میں

آپ ﷺ کے دوش مبارک پر چڑھ جاتی تھیں، تو آپ ﷺ ان کو آہستہ آہستہ اتار دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت کے پاس ہدیے میں کچھ چیزیں بھیجیں، جن میں ایک زرین ہار بھی تھا۔ اس وقت تمام ازواج مطہرات جمع تھیں اور امامہ گھر کے ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہار میں اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج مطہرات نے سمجھا کہ آپ یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں گے، مگر آپ نے امامہ کو بلا کر وہ ہار خود اپنے دست مبارک سے ان کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو امامہ کے نکاح کی وصیت کی تھی۔ چناں چہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امامہ کا نکاح کر دیا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ تم امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینا۔ کہتے ہیں کہ امامہ سے مغیرہ کے ایک لڑکا ہوا، جس کا نام یحییٰ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ امامہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ امامہ نے مغیرہ کے یہاں وفات پائی۔

۳ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

محمد بن اسحاق کے مطابق حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی ولادت کے ۳۳ سال بعد (بعثت سے سات سال پہلے) پیدا ہوئیں۔ ان کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا۔ ان کی چھوٹی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ جب سورۂ لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو جمع کر کے کہا کہ اگر تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کی طلاق نہیں دو گے تو تمہارے ساتھ میرا سونا اور بیٹھنا حرام ہے۔ چناں چہ دونوں لڑکوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں طلاق دے دی اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ سورہ لہب نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے عتبہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

آں حضرت ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ کافی عرصہ آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ پھر ایک عورت نے آ کر خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر دعا دی کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مع اہل و عیال ہجرت کی ہے۔

حبشہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ تھا، جو ۶ سال اور ایک قول کے مطابق ۲ سال زندہ رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

پھر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مدینہ آکر بیمار ہوگئیں۔ انہی دنوں میں غزوۂ بدر ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح وکامرانی کی خوش خبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اسی روز حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر کی وجہ سے ان کے جنازے میں شریک نہ ہوسکے۔

۴ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اسی کنیت کے ساتھ مشہور تھیں۔ بظاہر یہ کنیت ہی ان کا نام تھا۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی اور نام کسی روایت سے ثابت نہیں، ان کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ باپ کے کہنے پر جس طرح عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی، اسی طرح عتیبہ نے بھی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور ساتھ ہی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ میں آپ کے دین کا انکار کرتا ہوں اور میں نے آپ کی صاحبزادی کو طلاق دے دی ہے۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتی اور میں اسے پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد اس نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کا پیراہن چاک کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا (ضرر) فرمائی کہ اے اللہ! اس پر اپنے درندوں میں سے کوئی مسلط کردے۔ چناں چہ ایک مرتبہ قریش کا تجارتی قافلہ شام کی طرف گیا اور مقام زرقاء میں ٹھہرا، ابولہب اور عتیبہ بھی اس قافلہ میں تھے۔ رات کے وقت ایک شیر آیا اور وہ قافلہ والوں کے چہروں کو دیکھتا جاتا اور سونگھتا جاتا تھا۔ شیر جب عتیبہ کے پاس پہنچا تو فوراً اس کا چہرہ چبالیا، جس سے اس کا اسی وقت دم نکل گیا اور شیر ایسا غائب ہوا کہ کہیں پتا نہ چلا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ربیع الاوّل ۳ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرلیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ماہ شعبان ۹ ہجری میں انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہیں۔

۵ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زہرا اور بتول دو لقب تھے۔ ان کے سنہ ولادت میں اختلاف ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بعثت کے پہلے سال ہوئیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں، جب کہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کررہے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے، ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ آپ کی تمام اولاد، نبوت سے پہلے ہوئی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ۲ ہجری میں ہوا۔طبری کے بقول یہ نکاح ماہ صفر میں ہوا۔الاصابہ میں محرم کا ذکر ہے،خمیس میں ہے کہ صحیح قول کے مطابق رجب میں نکاح ہوا اور ایک قول رمضان کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑا تو ضروری ہے،البتہ زرہ بیچ دو۔ چناں چہ زرہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ۸۰ درہم میں بیچ دیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ درہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے،آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو لانے کا حکم دیا،آپ نے جہیز میں ایک چادر،دو چکیاں اور ایک مشک بھی دی تھی۔

ابن عساکر اور ابن شاذان وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا،ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا،پھر حضور نے فرمایا،اللہ تعالیٰ نے مجھے علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر کچھ روز بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور ابوبکر،عمر، عثمان،عبدالرحمٰن بن عوف اور چند انصار صحابہ کو بلانے کا حکم دیا۔جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے خطبہ نکاح پڑھایا،پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ۴۰۰ چاندی کے مہر پر کردوں،سو میں نے نکاح کردیا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین لڑکے حسن،حسین اور محسن اور دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب ہوئیں۔ ان میں سے محسن نے بچپن میں انتقال کیا۔سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اور کسی صاحبزادی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا سلسلہ نہیں چلا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات مشہور قول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ۶ ماہ بعد، پیر کے روز ۳/رمضان،۱۱ ہجری میں ہوئی،جب کہ ایک قول ۸ ماہ بعد کا ہے۔اس کے علاوہ تین ماہ، دو ماہ بعد کے اقوال بھی ہیں۔قسطلانی نے پہلے قول کو واضح قرار دیا ہے۔

اسی طرح اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ وفات کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کیا تھی؟ ۲۴/سال،۲۱/سال،۲۵/سال اور ۳۰/سال کے اقوال ہیں۔(ابن جوزی لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال اٹھائیس سال چھ ماہ کی عمر میں ہوا۔[صفة الصفوة،جلد۲،صفحہ۶])

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے

ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور رات کے وقت تدفین ہوئی۔

۶ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے کے بعد ہوئی اور ان کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔اس بارے میں اختلاف ابتدا میں گزر چکا ہے۔

۷ حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری اولاد ہیں، جو حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عقیقہ کیا، جس میں دو مینڈھے ذبح کیے۔ان کا سر منڈوایا، بالوں کے برابر چاندی تول کر صدقہ کیا اور بال زمین میں دفن کیے اور ابراہیم نام رکھا اور عوالی میں ایک دودھ پلانے والی کے حوالے کیا۔کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے اور گود میں لے کر ان کو پیار کرتے۔انہوں نے سولہ مہینے زندہ رہ کر ۱۰ھ میں انتقال کیا۔ سترہ اٹھارہ ماہ کی بھی روایات ہیں، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بقیع میں دفن کرو، یہ جنت میں دودھ پیئے گا۔ (رضاعت پوری کرے گا)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اتفاق سے اسی روز سورج گہن لگا۔عربوں کا عقیدہ تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج میں گہن لگتا ہے۔اس لیے لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ یہ ان کی موت کا اثر ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اس فاسد عقیدے کو رد کرنے کے لیے مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ سورج اور چاند کو کسی کے پیدا ہونے سے یا کسی کی موت سے گہن نہیں لگتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اللہ سے دعا کرو اور تکبیریں کہو اور صدقہ دو اور اللہ کا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، یہاں تک کہ گہن کھل جائے۔

اے محمد (ﷺ) کی امت! خدا کی قسم اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں کہ اس کا بندہ یا اس کی کوئی لونڈی زنا کرے۔ اے محمد (ﷺ) کی امت! خدا کی قسم اگر تم وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں تو تم یقیناً بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے اور جو چیز میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی وہ میں نے اب اسی جگہ دیکھ لی ہے۔ حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی۔ اور البتہ مجھے وحی کی ذریعہ خبر دی گئی ہے کہ تمہیں دجال کے فتنہ کے قریب قبروں میں آزمایا جائے گا۔ تم میں سے کسی کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس شخص (ﷺ) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ پس جو مومن ہو گا وہ کہے گا کہ یہ اللہ کے رسول (محمد ﷺ) ہیں، یہ ہمارے پاس واضح نشانیاں اور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے، پس ہم نے ان کو تسلیم کیا اور ہم ان پر ایمان لائے اور ان پر اتباع کی۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ تو آرام سے سو جا، ہم نے جان لیا کہ تو صاحب یقین تھا۔ اور منافق یا شک کا مارا ہوا انسان کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نے تو لوگوں کو کہتے سنا تھا تو میں نے بھی کہہ دیا تھا"---

آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے (دوران نماز) اپنی جگہ سے کوئی چیز پکڑی، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے جنت دیکھی اور میں نے اس کے ایک خوشے کو پکڑنا چاہا اور اگر میں اسے پکڑ لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔ اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے ایسا بھیانک منظر کبھی نہیں دیکھا تھا اور میں نے دیکھا کہ اس میں اکثریت عورتوں کی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کس بنا پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے کفر اور ناشکری کی بنا پر۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی عورت کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر وہ تمہاری طرف سے ذرا سی کمی دیکھ لے تو وہ کہے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس باغ میں پہنچے جہاں ابراہیم تھے، اس وقت ان کا آخری وقت قریب تھا، آپ ﷺ نے انہیں اپنی گود میں لٹایا، جب ان کی وفات ہوگئی تو آپ ﷺ کے آنسو بہہ نکلے،

یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رو رہے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے سے منع نہیں فرمایا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو نوحہ کرنے اور دو طرح کی احمق اور فاجرانہ آوازوں سے منع کیا ہے، ایک تو خوشی کے موقع پر لہو و لعب اور گانے بجانے کی آوازیں، دوسری مصیبت کے وقت چہرے پیٹنے، گریبان چاک کرنے اور شیطانی انداز میں رونے کی آواز۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نوحہ کرنے سے اور میت کی ایسی تعریف کرنے سے منع کیا ہے جس کی وہ حق دار نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ یہ (آنسو) تو رحمت ہے، جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

وفیات

● گزشتہ دنوں:

مولانا محمد آصف قمر نوری کے والد اور مولانا حافظ محمود احمد نوری، میاں چنوں کے چچا مولانا حافظ نور احمد نوری، چک نمبر 21/11.L نزد غازی آباد---

حافظ محمد یار نوری وٹو، بوریوالا اور میاں محمد رفیق وٹو، سینئر ہیڈ ماسٹر (موضع پسیل) کے والد---

حافظ محمد حبیب اللہ نوری، بہاول داس کے والد---

نور احمد نوری، G.P.O ساہیوال کے سسر اور میاں مشتاق علی مینجر نیشنل بنک کے ماموں زاد بھائی---

الحاج مرزا امداد حسین، فیصل آباد کی والدہ محترمہ---

مہر حاجی نور حسن، حجرہ شاہ مقیم کی صاحبزادی اور مہر حاجی قربان علی نوری کی اہلیہ محترمہ---

ملک معراج دین اور حاجی شرف دین، لاہور کی نواسی----

غلام مصطفیٰ نوری، خادم دار العلوم بصیر پور شریف کی والدہ محترمہ---

حاجی شیخ محمد اسلم، غلہ منڈی بصیر پور کے سسر شیخ حاجی محمد شفیع ---اور

حاجی محمد ابراہیم، آئل ڈیلر بصیر پور کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں--- انا للہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

خیر و شر کی جنگ
اور
خطبہ جمعہ کی اہمیت وافادیت

Nafse Islam

مولانا غلام نصیر الدین

پرانے زمانہ میں دو دشمن قوموں میں جنگ میدان میں اتر کر لڑی جاتی اور باہم کشتی ہوتی یا پھر پیدل یا سوار ہو کر، تلواروں، تیروں اور نیزوں سے آمنے سامنے ہو کر مقابلہ ہوتا تھا۔لیکن اس عالم متغیر و حادث میں تغیر وتبدل اور حدوث وتجدد ہوتا رہتا ہے، اس لیے آج کے دور میں جنگ کے ڈھنگ، وار کے اطوار بدل گئے۔ برّی، بحری اور فضائی جنگوں کے ساتھ ساتھ تہذیب وثقافت اور فکر ونظر کے مقابلے، مناظرے، مجادلے، مکالمے اور خیالات کے تبادلے بھی اپنے انداز اور اسلوب بدل چلے ہیں۔ یعنی جہاں زمینی اور جغرافیائی سرحدوں کی جنگوں کے انداز اور طریقے بدل چکے ہیں وہاں تہذیب وثقافت، فکر ونظر اور تمدن و معاشرت کے مقابلے اور مخاصمت و جنگ کی منطق ہی بدل کر رہ گئی ہے۔ عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ اور طباعت واشاعت کے قدرتی وسائل کو بڑی سرعت اور مکاری کے ساتھ امت مسلمہ کے خلاف استعمال کر کے مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر دن رات حملے کر رہا ہے اور ان کے رجحانات، مصروفیات، مشاغل، تہذیب وثقافت، تمدن و معاشرت اور اخلاقیات کو بدلنے میں لگا ہوا ہے۔ برقی ذرائع ابلاغ کا یہ سحر ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کر دیتا ہے۔ جدید برقی ذرائع ابلاغ یعنی اخبار، ماہ نامے، میگزین، ڈائجسٹ، انٹرنیٹ وغیرہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

آتے ہیں، جن کا مقابلہ اور توڑ کرنے کی ضرورت ہے مگر یاد رہے کہ...... آج کا دور دلیل و منطق کا دَور ہے۔ آج محراب و منبر اور اسٹیج سے، دلیل اور منطق کے ذریعے دین اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کی اشد ضرورت ہے۔ قصوں، کہانیوں اور چٹکلوں کے ذریعے وقت گزاری سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ مگر ہمارے اکثر و بیشتر خطیب، مقررین اور واعظین حضرات اوّل تو قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی تو صرف تبرکاً اور بقول حافظ مولانا عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی قرآن مجید کا حوالہ دیتے بھی ہیں تو یوں جیسے شیخ سعدی گلستان میں فرماتے ہیں:

اِعْمَلُوا آلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَ قَلِیْلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۝---

اور باقی ساری تقریر، سارا وعظ اور پورا خطاب قرآن کی فکر و فقہ سے خالی ہوتا ہے اور دوسرے امور سے مزین اور مسجع و مرصع ہوتا ہے۔

تقریر جمعہ سے عوام کی عدم دل چسپی کے اسباب

جمعۃ المبارک کی تقریر سننے میں لوگوں کی عدم دلچسپی کے کیا اسباب اور وجوہات ہیں؟ جب کہ ٹی وی چینلز کے پروگراموں، کیپٹیل ٹاک (Capital Talk)، گریٹ ڈیبیٹ، آج کل اور کالم کار وغیرہ کو لوگ کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں اور بڑی دلچسپی سے ان کو سنتے ہیں اور ان کو سننے کے لیے بے تاب رہتے ہیں اور ادھر جمعۃ المبارک کے دن اکثر لوگ اس وقت مسجد میں آتے ہیں جب تقریر ختم ہو جاتی ہے اور عربی خطبہ شروع ہونے والا ہوتا ہے، اس کی چند وجوہات یہ ہیں:

① موجودہ دور میں مسلمانوں کی اکثریت دنیوی دھندوں میں ضرورت سے زیادہ مگن ہوگئی ہے اور وھن یعنی مال و جاہ کی محبت میں مبتلا ہو کر موت سے نفرت کی شکار ہوگئی ہے۔

جمعۃ المبارک کا خطاب اور وعظ سننے میں عدم دلچسپی کی سب سے بڑی وجہ دنیا سے حد سے زیادہ محبت، بے پناہ مصروفیات اور یاد آخرت سے غفلت اور خدا کے عذاب سے بے خوفی ہے۔

② جمعہ کی تقریر اور خطاب کا بہت زیادہ طویل ہونا، کیوں کہ لوگ لمبی تقریر کو سننا پسند نہیں کرتے حالاں کہ سامعین کی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کرنا، آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور صحابہ کرام کا معمول ہے، چوں کہ انسان طبعاً اور فطرتاً زیادہ دیر تک گفتگو کو توجہ اور انہماک کے ساتھ نہیں سن سکتا اور اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے خطبہ میں اختصار کو پسند فرمایا اور اسے خطیب کی سمجھ داری اور عقل مندی کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اِنَّ طُوْلَ صَلَاۃِ الرَّجُلِ وَ قِصَرَ خُطْبَتِہٖ مَئِنَّۃٌ مِنْ فِقْہِہٖ فَاَطِیْلُوا الصَّلَاۃَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَۃَ---[صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ و الخطبۃ]

مختصر خطبہ کی مثال

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ

جب سب لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی اور آپ سند خلافت پر متمکن ہو گئے تو سب سے پہلا خطبہ، جو آپ نے ارشاد فرمایا، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے کہا:

''اے لوگو! میں تمہارا سربراہ مملکت بنایا گیا ہوں، میں اپنے آپ کو تم سے افضل نہیں سمجھتا، پس اگر میں نیک کام کروں تو تم میری اعانت کرو اور اگر میں بُرا کام کروں تو تم مجھے درست کردو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اس سے دوسرے کا حق نہ لے لوں۔ ان شاء اللہ

جو قوم راہِ خدا میں جہاد ترک کردیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت ونکبت مسلط کردیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی عام پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو مصائب و آفات میں مبتلا کردیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت لازم نہیں۔ اُٹھو نماز ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے''۔۔۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

''لوگو! تم سب دارِ مسافرت میں ہو، عمر کا جو حصہ باقی ہے بس اسے پورا کرنے والے ہو، اس لیے تم زیادہ سے زیادہ جو نیکی کرسکتے ہو اپنے مقررہ وقت سے پہلے اسے کرگزرو، بس یہ سمجھو کہ موت اب آئی یا جب آئی، بہرحال اسے آنا ضرور ہے، خوب سن لو کہ دنیا کا سارا تار و پود ہی مکروفریب سے تیار ہوا ہے، اس لیے دیکھو کہیں تمہیں یہ دنیا کی زندگی دھوکا نہ دے جائے اور اللہ سے تمہیں غافل نہ کردے۔

لوگو! جو لوگ گزر گئے ہیں، ان سے عبرت حاصل کرو اور ہاں سعی اور جدوجہد کرو، غفلت نہ برتو، کیوں کہ تم سے غفلت نہ برتی جائے گی، کہاں ہیں وہ اربابِ دنیا جنہوں نے

دنیا کو آخرت پر ترجیح دی، اسے آباد رکھا اور اس سے ایک مدت تک بہرہ اندوز ہوئے، کیا دنیا نے ان لوگوں کو اپنے اندر سے باہر نہیں نکال پھینکا، تم دنیا کو اسی مقام پر رکھو، جس پر خدا نے اسے رکھا ہے اور آخرت کی طلب کرو، اللہ نے دنیا کی اور جو چیز خیر ہے، اس کی مثال اس طرح بیان کی ہے:

''اے پیغمبر! آپ لوگوں کو بتا دیجیے کہ دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں''---[طبری، جلد۴، صفحہ۲۴۳]

عدم دل چسپی کے مزید اسباب

- خطیب اور مقرر کی بد عملی یا بے عملی
- پابندی وقت نہ کرنا
- جمعہ کی نماز کا تاخیر سے پڑھانا
- قوت گویائی اور جوہر خطابت کا فقدان
- فرقہ وارانہ اور روایتی قسم کے موضوعات پر مسلسل اظہار خیال کرنا حالاں کہ مبلغ کا بالغ نظر اور بلیغ ہونا شرط ہے۔

○ موقع محل اور مقتضائے حال کے مطابق گفتگو کرنا جانتا ہو۔ خطیب ہند حضرت مولانا محمد اسحاق رضوی مصباحی نے سچ فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

(آج ہمارے) بیش تر مقررین حضرات کا مبلغ علم یہ ہے کہ نہ عبارت درست، نہ معلومات عامہ تک رسائی، نہ کسی واقعہ کی صحت کی پروا، دھنادھن چلے جارہے ہیں، بولتے، نہ حذف و ذکر کا پتہ، نہ اردو میں سلاست، نہ مقامات واحوال کی رعایت، نہ سامعین کی ضرورت پر دھیان۔

- چند بزرگوں کو چھوڑ دیں تو کوئی مقرر آج تبلیغ دین کا جذبہ لیے نظر نہیں آتا، بازاری انداز، سوقیانہ کلمات، بار بار سامعین کی داد کی طلب، (کہو سبحان اللہ) ذرا زور سے کہو سبحان اللہ...... اور زور سے کہو سبحان اللہ......) جلسہ کمیٹی کی تعریف اور بڑے بڑے نذرانے کی جدوجہد ان کا مقصود دل ونظر
- قوم جہالت میں غرق، سیاست میں درماندہ، غربت کا شکار، دینی معلومات سے الگ تھلگ، ان کو دین کے بنیادی مسائل کی ضرورت ہے، سیاسی رہنما کی ضرورت ہے (ملک میں جائز جدوجہد کے راستوں کی ضرورت ہے) مگر واعظِ قوم کو اس کی کچھ پروانہیں۔ نہ علم پر زور، نہ عمل کی تقریر، نہ دینی ابتدائی معلومات کی فراہمی۔ تقریر قوم کو بیدار کرنے کے واسطے ہوتی ہے، حالات سے

باخبر کرنے کو ہوتی ہے، اچانک افتاد سے مسلمانوں کو واقف کرانے کے لیے ہوتی ہے، بے عملوں کو راہ عمل دکھانے کے لیے ہوتی ہے، جاہلوں کو بنیادی عقائد و مسائل سکھانے کے لیے ہوتی ہے، مگر آج یہ سب کچھ غائب ہے، بس رٹی رٹائی تقریریں ہیں، شوروغوغا ہے۔ مقررین کی اس جہالت و بدآموزی کی وجہ سے وہ طبقہ جو تھوڑا بہت دینی شعور رکھتا ہے، کچھ جدید علوم سے خبر رکھتا ہے، ایسی بے ہودہ تقریر سے بددل ہو چکا ہے اور سمجھ دار عوام تک ایک بات کو ایک ہی طرح کو سنتے سنتے اوب چکے ہیں۔

- مقررین کی دولت اندوزی کو دیکھ کر مدارس کے طلبہ بھی اب یہی چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد مقرر ہو جائیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں صاحب اقتصادی طور پر معمولی تھے، آج وہ کوٹھی اور کار کے مالک ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں مولانا صاحب جب پڑھاتے تھے تو سادہ سے مکان میں رہتے تھے اور خالی چلتے تھے، آج تقریر کی بدولت لاکھوں کا کیش ہے، بچے بھی مولانا صاحب کے سینٹ ہال میں اور لڑکی سینٹ میری اسکول میں زیر تعلیم ہے، مقررین کی اس دنیاوی روز افزوں ترقی پر طلبہ عش عش کرتے ہیں اور جلد سے جلد تقریریں رٹ کر مقرر بننے کو تیار رہتے ہیں، وہ سوچتے ہیں سر! یا تو پیر بننا چاہیے یا پھر مقرر۔
- عزیزان گرامی! جاہل کو علم کی ضرورت ہے، عالم کو باعمل، اخلاصِ نیت کی مخلصین کو اجتہاد کامل کی، کاملین کو صبر کی، صابرین کو رضا کی، تب کہیں منصب ہدایت کے لائق ہوتا ہے۔ انسان اور آج کا زمانہ ہے۔ بے علم رہنما بنے پھرتے ہیں، بے عمل قائد ہوتے ہیں، جن میں اخلاص کا نام نہیں، محسن قوم کہلائیں، جنھیں صبر و رضا سے کام نہیں، وہ ولایت و ہدایت و خلافت بانٹیں۔

تقریر کی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

جس کو نصیحت کی جا رہی ہے، اس کے حال سے ناصح کو باخبر ہونا ضروری ہے:

اگر بدعمل ہے تو خوف دلانا چاہیے (یعنی خوف کے واقعات، عذاب کی تفصیل) اور اگر باعمل ہے مگر اُمید کا دامن ہاتھ سے جا رہا ہے تو آیات رجا اور رحمت و فضائل سے نصیحت کی جائے، اگر اس کا عکس کر دیا تو بس یہ ایسا ہی ہے جیسے گرم مزاجوں کا علاج شہد سے اور سرد مزاجوں کا علاج مبردات سے، کہ مرض میں اضافہ ہی ہوگا۔

آج یہ بات ہمارے سامنے ہے، ہماری قوم میں نماز سے غفلت، فرائض سے کوتاہی، شاید اسی فضائل خوانی سے ہوئی ہے، کیوں کہ یہ فضائل کی تقریریں ان کے مرض کے لیے دوا نہ تھیں۔

دوست! بات صرف تنقید کی نہیں ہے، آج ہمارے لوگوں میں فرائض کی طرف سے غفلت، حتی کہ طلباء وعلماء کہلانے والوں میں یہ خطرناک حد تک آ گئی ہے (الّا ما شاء اللّٰہ)، اس کا محاسبہ ضروری ہے۔ دین اصولاً صحت عقائد اور فرائض پر قائم ہے۔ (بنی الاسلام علٰی خمس......)

اس سے غفلت ہے تو یہ منافق ہے یا بے راہ۔ ایسوں کو تو مکمل مؤمن کہلانے کا حق نہیں، چہ جائیکہ تقریر و وعظ کریں اور بیعت کرلیں اور مسلمانوں کا ترجمان بنیں۔

لا حول و لا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم ---

عزیزان گرامی! مصباحی صاحب مزید فرماتے ہیں:

خطابت اور طریق بیعت، دونوں تبلیغ دین کا اہم وسیلہ ہیں۔ عام مسلمانوں سے آج بھی ان دونوں طریقوں سے ہی رابطہ ہوتا ہے اور مسلمان اپنے خطیب اور اپنے مرشد پر اعتبار کرتے ہیں، پہلے دور سے ہی اس کی اہمیت رہی ہے۔ خود سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی مبارک زبان سے خطابت کی قوت عطا فرمائی تھی۔ پھر خلفاء، مسلم بادشاہ اور انقلاب انگیز شخصیتوں نے اس کا سہارا لیا اور اب بھی تمام مسلمانوں کو تعلیم دین، اصول اسلام اور عصری تقاضوں سے واقف کرانے کا ذریعہ ہے اور اسی طریق سے بزرگان دین اپنی خانقاہوں میں سلسلہ بیعت کے ذریعہ دلوں کو صاف کرتے اور روح کو جلا بخشتے رہے ہیں۔ یعنی تقریر اور بیعت کا اہم مقصد مسلمانوں کو اسلام کی روح سے بہرہ ور کرنا ہے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بیعت اور خطابت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ دونوں کام درس وتدریس سے بھی زیادہ اہم ہیں اور ان میں خود کو جو شخص لگاتا ہے ضروری ہے کہ وہ اسلام پر مکمل عامل ہو، اہل علم میں سے ہو، اگر علم نہیں ہوگا تو وہ کبھی درست تقریر نہیں کرسکتا اور اگر عمل نہیں ہے تو اس کی تقریر بیعت کا کوئی فائدہ ہی نہیں بلکہ زبردست نقصان ہوگا کہ عوام اس کو دیکھ کر ہر بُرے عمل پر جری ہوں گے۔ تقریر کے لیے ضروری ہے کہ پہلے علم دین اس کے اصلی سرچشموں سے حاصل کیا جائے، یعنی کتاب اللہ اور سنت کو عربی زبان کے ذریعہ ہی سمجھے اور اس کا مطالعہ تفسیر وحدیث شریف پر محیط ہو، ساتھ میں اس کو زبان پر قدرت اور مہارت ہو۔ زمانے کی نبض شناسی کی صلاحیت ہو، تاکہ مناسب وقت مناسب مشورہ دے سکے اور حق گو ہو کہ ظالم وجابر کے سامنے کلمۂ حق سے باز نہ رہ سکے۔

یوں ہی خانقاہوں میں بیعت کرنے والوں کے لیے بھی یہ اوصاف ضروری ہیں، پھر اس کام سے صرف رضائے الٰہی اور تبلیغ دین مقصود ہو، کہ آخرت کے اجر کا حق دار ہو سکے۔

رہنمائے زکوٰۃ
اٹھائیسویں قسط

جنھیں زکوٰۃ دینا حرام ہے

پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

فقیر و مسکین ہونے کے باوجود، اسلامی معاشرے کے جن افراد کو زکوٰۃ کا مال دینا حرام ہے، ان میں یہ دو گروہ شامل ہیں:

① زکوٰۃ دہندہ کے بعض اقارب

② حضور سید عالم، رسول مکرم ﷺ کی آل اطہار (سادات کرام)

اب ان دو نکات کے تفصیلی مسائل ملاحظہ ہوں:

والدین ، اولاد اور بیوی کو زکوٰۃ دینا

سورہ توبہ کی آیت ۶۰ میں مستحقین زکوٰۃ کی جو فہرست دی گئی ہے، ان میں فقیر اور مسکین کو زکوٰۃ کا اوّلین حق دار قرار دیا گیا ہے۔ بظاہر اس آیت میں فقیر کا لفظ ہر اس شخص کو زکوٰۃ کا حق دار قرار دیتا ہے جس پر لفظ فقیر و مسکین بولا جاتا ہے، لیکن جن رشتے داروں کا نان و نفقہ یعنی کھانے پینے، لباس اور رہائش وغیرہ کا خرچ انسان کے ذمے ہو، انہیں اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔

اسی وجہ سے والدین، اولاد اور بیوی کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔ والدین میں اوپر تک کے تمام دادے اور دادیاں شامل ہیں۔ اولاد میں نیچے تک انسان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں سب شامل ہیں۔ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا یعطیٰ منھا والداً و ان علا و لا ولداً و ان سفل و لا امرأۃ---

''رشتے داروں میں سے والد کو خواہ اوپر کا ہو، بیٹے کو خواہ نیچے کا ہو اور بیوی کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی''---[احکام القرآن، جلد۳، صفحہ۱۳۴]

والدین، اولاد اور بیوی پر زکوٰۃ حرام ہونے کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ ان کے مالی مفاد باہم مشترک ہوتے ہیں اور ان میں سے کسی کو زکوٰۃ دینا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اپنے آپ کو زکوٰۃ دی جائے۔ اولاد اور والدین ایک دوسرے کا جز اور حصہ ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ! میرے پاس مال ہے اور میری اولاد بھی ہے۔ میرے والد یہ چاہتے ہیں کہ وہ میرا مال اپنی ضرورتوں میں خرچ کر لیں (اور میرے لیے کچھ نہ چھوڑیں) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِیْكَ---

''تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے باپ کی ملکیت ہیں''---

[ابن ماجۃ، کتاب التجارات، باب ماللرجل من مال ولدہ]

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَ اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ---

''بلاشبہ سب سے پاکیزہ کمائی جو تم کھاؤ، وہ ہے جو تمہاری اپنی کمائی میں سے ہو اور بے شک تمہاری اولاد تمہاری کمائی میں سے ہے''---

[ابن ماجہ حوالہ مذکورہ/ ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ/ ترمذی، کتاب الاحکام، باب ما جاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ]

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جب ایک شخص کا مال اس کے باپ کی طرف منسوب ہو، یہاں تک کہ یوں کہا جائے کہ وہ خود بھی اس کے باپ کی ملکیت اور کمائی ہے، تو اس صورت میں جب وہ اپنے والد کو زکوٰۃ دے گا تو اس مال پر اس کی ملکیت بدستور قائم رہے گی اور یہ یوں ہوگا کہ گویا زکوٰۃ دہندہ نے اپنے آپ کو زکوٰۃ دے کر اپنے مال پر اپنی ملکیت قائم رکھی۔ حالاں کہ زکوٰۃ کی

حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے مال کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے فقیر کو اس کا مالک بنا دے۔ لہٰذا ماں باپ کو زکوٰۃ دینا درست قرار نہیں پائے گا۔ یہ بات بیٹے کے حق میں ہے تو باپ بھی اسی کی طرح ہے، کیوں کہ ولادت کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہی باپ کی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی باپ کے حق میں گواہی معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کو زکوٰۃ ادا کرنا بھی درست نہیں ہے۔

شوہر کو زکوٰۃ دینا

جس طرح شوہر کا بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اسی طرح بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر چہ شوہر کی طرح بیوی پر اپنے خاوند کا خرچ لازم نہیں، تاہم ایک دوسرے کے مالی مفادات عام طور پر مشترک ہوتے ہیں اور ایک کا مال دار ہونا دوسرے کا مال دار ہونا سمجھا جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی چیزوں سے عموماً استفادہ کرتے ہیں، اس لیے ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینے کا مطلب اپنے آپ کو زکوٰۃ دینا ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں حضور سید عالم ﷺ کے متعلق ہے:

وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰىؕ ---[الضحیٰ:۸]

''ہم نے آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا'' ---

اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے نکاح کے باعث آپ ﷺ مال دار ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا مال دار ہونا، شوہر کا مال دار ہونا شمار ہوتا ہے۔ شوہر اور بیوی کے مفادات میں اشتراک کی وجہ سے ہی دونوں کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی جائز نہیں ہے۔ یہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتی۔

شوہر کو نفلی صدقہ دینے کا حکم

درج بالا حکم زکوٰۃ کے متعلق ہے، جو کہ فرض ہے، لیکن نفلی صدقہ، دیگر مسکینوں اور غریبوں کی نسبت، خاوند اور اولاد پر خرچ کرنا افضل ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے گئے، پھر وعظ فرمایا اور لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا اور فرمایا: اے لوگو! صدقہ کیا کرو۔ پھر عورتوں کی طرف گئے تو انہیں بھی یہی فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ دو، کیوں کہ میں نے جہنم میں بکثرت تمھیں دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ کس لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اس لیے کہ تم زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ

عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص کسی کو نہیں دیکھا کہ جو اچھے خاصے عقل مند اور ہوشیار شخص کی عقل کو ماؤف کر دے۔ ہاں، اے عورتو!۔

پھر آپ ﷺ گھر واپس تشریف لائے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ عرض کیا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ فرمایا: کون سی زینب؟ عرض کیا گیا کہ ابن مسعود کی بیوی۔ فرمایا: ہاں اسے اجازت دے دو۔

اجازت دے دی گئی تو وہ حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ! آج آپ نے صدقے کا حکم فرمایا ہے اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے، جسے میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں۔ جب کہ میرے شوہر ابن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور ان کی اولاد دوسروں کی نسبت میرے اس صدقہ کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا ہے،

زَوْجُكِ وَ وَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ ---

[بخاری، کتاب الزکٰوۃ، باب الزکٰوۃ علی الاقارب]

''تیرا شوہر اور اس کی اولاد تیرے صدقے کے زیادہ مستحق ہیں''---

اسی حدیث پاک کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب اور ایک انصاری خاتون کے مشترکہ سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَ أَجْرُ الصَّدَقَةِ---

[مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ......]

''ان کے لیے دوہرا اجر ہے، ایک قرابت داری کا اور ایک صدقہ کرنے کا''---

بہن بھائی اور دیگر قریبی رشتے داروں کو زکٰوۃ دینا

والدین، اولاد اور بیوی کے سوا باقی تمام قریبی رشتے داروں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، لہٰذا زکوٰۃ دہندہ اپنے بہن بھائی، چچا تایا، پھوپھی اور ماموں خالہ وغیرہ کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ خواہ دینے والا، رضا کارانہ، ان کے اخراجات کی ذمہ داری اپنے سر قبول کیے ہوئے ہو، کیوں کہ ان رشتے داروں کو زکوٰۃ دینے سے اس مال سے انسان کے مفادات منقطع ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی معتبر ہے۔ جب مذکورہ قریبی رشتے داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ٹھہرا تو دور کے رشتے داروں کو زکوٰۃ دینے کا جواز از خود واضح ہو گیا۔ بلکہ رشتہ دار ضرورت مند ہوں تو دوسروں کی نسبت انہیں زکوٰۃ دینا فضیلت کی بات ہے۔ حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَی الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلٰی ذِی الرَّحِمِ اثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ---[ترمذی، ابواب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی الصدقة علٰی ذی القرابة/ نسائی، کتاب الزکوٰۃ، الصدقة علی الاقارب]

''بلاشبہ مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے اور رشتے دار پر صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی''---

رسول اللہ ﷺ کی آل اطہار (سادات) کو زکوٰۃ دینے کی ممانعت

اہل علم و فقہ کی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آل اطہار یعنی سادات کے لیے زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ حدیث پاک میں زکوٰۃ کو لوگوں کے مال کا دھوون اور میل کچیل قرار دیا گیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خاندان نبوی کو اس دھوون سے محفوظ رکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَا مَعْشَرَ بَنِی هَاشِمٍ اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ غُسَالَةَ النَّاسِ وَ عَوَّضَكُمْ منها بِخُمُسِ الْخُمُسِ من الْغَنِيمَةِ---[بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ۴۹]

''اے گروہ بنی ہاشم! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لوگوں کا دھوون ناپسند کیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں مال غنیمت کے خمس میں سے خمس عطا فرمایا ہے''---

گویا اس میں سادات کرام کی اس جسمانی اور روحانی نسبت و تعلق کا لحاظ رکھا گیا ہے جو انہیں رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہے اور جس کی وجہ سے وہ عزت و تکریم میں دیگر انسانی طبقات سے ممتاز قرار پاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے نہ زکوٰۃ کا مال قبول فرمایا اور نہ ہی نفلی صدقات کا۔ اس لیے اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر نفلی اور فرض صدقات دونوں ہی حرام تھے۔[فتح الباری، جلد۳، صفحہ۳۵۴]

کیا دیگر انبیاء کرام پر بھی زکوٰۃ لینا حرام تھا یا نہیں؟ اس کے متعلق اہل علم کے دونوں اقوال ملتے ہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ خود انبیاء کرام کی ذات پر تو صدقہ حرام تھا لیکن ان کی آل پر حرام نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت اور اظہار فضیلت کے طور پر آپ کی اولاد اطہار پر صدقہ حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کو بھی ان سے الگ رہنے کی ہدایت فرمائی۔ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث دیکھیے:

سادات کے لیے زکوٰۃ کی ممانعت کی احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے گھر میں گیا تو اپنے بستر پر کھجور گری ہوئی پائی، میں نے اسے اٹھالیا تا کہ کھالوں، پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ صدقے کی کھجور نہ ہو، لہٰذا میں نے اسے پھینک دیا۔

[مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم.....]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تھو، تھو، اسے نکال دو، کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

[بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی و آلہ/مسلم، حوالہ مذکورہ]

اسی حدیث کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

إنَّا لا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ---[مسلم، حوالہ مذکورہ]

''ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں ہے''---

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گال پکڑ کر جھنجھوڑے اور فرمایا:

أَلْقِهَا يَا بُنَيَّ ، أَلْقِهَا يَا بُنَيَّ---

''پیارے بچے اسے پھینک دو، اسے پھینک دو''، یہاں تک کہ منہ میں کھجور کا لعاب بھی تھکوا دیا۔[فتح الباری، جلد۳، صفحہ ۳۵۵]

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث سے روایت ہے کہ میں اور حضرت فضل بن عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں بھی صدقات کا کام دیں اور جس طرح دیگر لوگ صدقات وصول کر کے آپ کی خدمت میں لاتے ہیں، ہم بھی لا کر پیش کریں اور اس کے ذریعے ہم بھی وہی فائدہ اٹھائیں جو دوسرے لوگ اٹھاتے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ---

''آلِ محمد کے لیے صدقہ لائق نہیں ہے، کیوں کہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے''---

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

وَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَ لَا لِآلِ مُحَمَّدٍ---

''یہ صدقات محمد اور آل محمد کے لیے جائز نہیں ہیں'' ---[مسلم، حوالہ مذکورہ]

بہز بن حکیم اپنے والد مکرم، اپنے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ پوچھتے کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو کھا لیتے۔ [ترمذی، ابواب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی کراھیة الصدقة للنبی و اهل بیته و موالیه / نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة لا تحل للنبی ﷺ]

ابن ابی رافع اپنے والد مکرم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ کی وصولی پر مقرر فرما کر بھیجا تو حضرت ابو رافع (رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام) نے چاہا کہ وہ بھی اس کے ساتھ جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے اور قوم کا خادم بھی ان ہی میں سے ہوتا ہے۔ [النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب مولی القوم منھم]

سادات پر زکوٰۃ حرام ہونے کی مصلحتیں

① اسلام، قوت بازو اور کوشش و محنت سے کما کر کھانے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور مفت خوری اور زکوٰۃ و صدقات کے سہارے زندگی گزارنے کی حمایت نہیں کرتا، بلکہ اسے قابل مذمت فعل قرار دیتا ہے۔ ایسے افراد نہ صرف معاشرے پر بوجھ ہوتے ہیں بلکہ خودداری اور غیرت و حیا کے اعلیٰ اوصاف سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تاہم مجبوری کی حالت میں عام مسلمانوں کے لیے آسانی کے خیال سے زکوٰۃ و صدقات کا استعمال جائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے تنگی اور افلاس میں بھی مال زکوٰۃ سے اجتناب کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرماتے ہوئے زکوٰۃ کے میل کچیل سے اپنے خاندان کو الگ رکھا تاکہ وہ ان اعلیٰ انسانی اوصاف سے محروم نہ ہوں جو روحانی اور دینی شخصیات کے لیے ناگزیر ہیں۔

② یہ حقیقت ہے کہ جو چیز بغیر عوض اور محنت سے حاصل کی جاتی ہے، اس میں لینے والے کی عزت و حرمت مجروح ہوتی ہے اور دینے والے کو اس پر فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ---[نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب الید العلیا]

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے'' ---

اور فرمایا:

وَ الْیَدُ الْعُلْیَا الْمُنْفِقَةُ وَ السُّفْلٰی السَّائِلَةُ---

''اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نچلا ہاتھ مانگنے والا ہے''---

[مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلیٰ]

لہٰذا زکوٰۃ لینا آل اطہار جیسے اعلیٰ ترین طبقہ انسانیت کے مقام ومرتبے کے لائق نہیں سمجھا گیا۔

③ ایک مصلحت یہ ہے کہ اگر حضور سید عالم ﷺ اپنے خاندان کے لیے صدقات جائز قرار دیتے تو مخالفین اسلام کو اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا اور وہ اسے مذہبی ڈھونگ قرار دے کر اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خلاف واقعہ باتیں بناتے۔ ممکن ہے بعض ایمان والوں کے دلوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کے متعلق بدگمانی پیدا ہوتی، جو ان کے ایمان کو ضائع کرنے کا باعث ہوتی۔ امام عسقلانی نے بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہونے کی حکمت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

لو احلھا لآلہ لاوشك ان یطعنوہ فیہ---

''اگر نبی اکرم ﷺ اپنے خاندان کے لیے زکوٰۃ حلال قرار دیتے تو آپ کے مخالفین اسے بنیاد بنا کر آپ کے خلاف الزام تراشی کر سکتے تھے''---[فتح الباری، جلد۳، صفحہ ۳۵۴]

④ اگر آل اطہار کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہوتا تو لوگ اپنے مال زکوٰۃ کے لیے انہیں ترجیح دیتے اور معاشرے کے دیگر مستحق طبقات محروم رہ جاتے۔ رفتہ رفتہ دیگر مذاہب کی طرح نسلی اجارہ داری قائم ہو جاتی۔ اس لیے حضور ﷺ نے ابتدا میں ہی اس کا دروازہ بند فرما دیا اور اپنی آل اطہار کے لیے زکوٰۃ کو ناجائز قرار دیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

آل اطہار نبی ﷺ (سادات) کون ہیں؟

سادات سے مراد حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر، حضرت عباس اور حارث بن عبد المطلب اور ان کی اولاد ہیں۔ ان میں سے حضرت عباس اور حارث، رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور حضرت عقیل اور حضرت جعفر، حضرت علی کے بھائی اور تینوں رسول اللہ ﷺ کے چچازاد ہیں۔ یہ ہاشمی کہلاتے ہیں، اس لیے کہ یہ حضرات حضور نبی اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ بنو ہاشم، ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہو کر ہاشمی کہلاتا ہے۔

بنو ہاشم اور ان کی اولاد پر زکوٰۃ حرام ہونے کا حکم اس عزت وتکریم کے خاطر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے، انہیں یہ اعزاز اس لیے عطا ہوا ہے کہ انہوں نے جاہلیت کے زمانے میں اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حمایت ومدد کی۔ یہ عزت وتوقیر اولاً مذکورہ حضرات کے لیے

ثابت ہوئی، پھران کی اولاد کے لیے ثابت ہے۔ابولہب جو کہ بنو ہاشم میں سے تھا، اس کی اولاد کو ان میں شامل نہیں کیا گیا کیوں کہ بد بخت ابولہب تو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے والوں میں پیش پیش تھا، لہٰذا ابولہب ہاشمی ہونے کے باوجود قابل تکریم نہیں۔اس وجہ سے اس کی اولاد بھی اس اعزاز کی مستحق نہ رہی، اگرچہ مسلمان ہو۔سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوتی تو وہ بھی عزت وتکریم کے اس حکم میں شامل ہوتی۔اوپر حدیث پاک بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو صدقے کا مال حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ قوم کا غلام بھی ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔اسی وجہ سے ہاشمیوں کے آزاد کردہ غلام بھی ہاشمی قرار پائے اور ان کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہ ہوا۔

کیا رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے مال زکوٰۃ حلال تھا؟ ایک قول یہ ہے کہ ازواج اس حکم میں داخل نہیں ہیں، لیکن ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت یہ ہے کہ "ہم آل محمد ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے"، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔[رد المحتار، جلد۲، صفحہ ۷۳]

اگر کسی شخص کی والدہ سید ہو اور والد سید نہ ہو تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، کیوں کہ نسب والد کی طرف سے جاری ہوتا ہے نہ کہ ماں کی جانب سے۔لہٰذا جس کا باپ سید نہ ہو، وہ سید نہیں کہلاسکتا۔جو شخص اپنے آباء واجداد سے سید ہونے کی شہرت سنتا چلا آیا ہو لیکن اس کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہ ہو جیسا کہ شجرہ نسب، وہ سید ہی سمجھا جائے گا، جب تک کہ اسے جھٹلانے والا کوئی ثبوت سامنے نہ آئے، لہٰذا اسے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔

سید کا سید کو زکوٰۃ دینا

بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور اس میں کوئی امتیاز نہیں کہ مال زکوٰۃ کسی ہاشمی کا ہو یا غیر ہاشمی کا، کیوں کہ جن روایات سے سید کو زکوٰۃ دینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہیں، وہ معنوی طور پر متواتر ہیں۔مزید یہ کہ جس سبب سے اور جن حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر سادات پر زکوٰۃ حرام ہوئی ہے، وہ سید کی زکوٰۃ سید کو دینے میں بھی بدستور موجود ہیں، لہٰذا سید اپنی زکوٰۃ بھی کسی دوسرے سید کو نہیں دے سکتا۔

سید کو نفلی صدقہ دینے کا جواز

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے نفلی صدقہ بھی حرام تھا، لیکن دیگر سادات کو نفلی صدقہ

دیا جا سکتا ہے، کیوں کہ نفلی صدقہ اوساخ الناس یعنی لوگوں کے مال کا میل کچیل نہیں ہے۔ اہل علم نے فرمایا ہے کہ نفلی صدقے کے مال کی مثال یہاں پانی کی سی ہے کہ جس طرح پانی اگر فرض وضو یا واجب غسل کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ گندا شمار ہوتا ہے، اسی طرح فریضہ زکوٰۃ ادا کرنے والا شخص بھی فرض کی ذمہ داری کا بوجھ اتارتے ہوئے مال زکوٰۃ کے ذریعے اپنے نفس کو پاک کرتا ہے، لہٰذا مال زکوٰۃ میل کچیل سے لبریز اور گندا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جس طرح کوئی شخص وضو سے ہو اور پھر محض ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے پانی استعمال کرے تو وہ پانی پاک اور مطہر ہے کہ اس سے وضو کرنا جائز ہوگا۔ اسی طرح نفلی صدقے کا مال بھی پاک ہوتا ہے کہ وضو پر وضو کرنے کی طرح ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

الوضوء علی الوضوء نور علی نور---

لہٰذا سادات کے لیے نفلی صدقہ لینا اور یوں ہی وقف کے مال سے حاصل کرنا جائز ہے۔

[البحر الرائق، جلد۲، صفحہ۲۴۶]

البتہ، چونکہ نفلی صدقہ میں گندگی کا شبہ ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے لینا حرام تھا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سادات کے لیے نفلی صدقے کے جواز کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم بنو ہاشم پر صدقہ کیا کرتے تھے اور انہوں نے ان کے لیے جائدادیں وقف کی تھیں۔ ان کے وقف کیے ہوئے صدقات مشہور و معروف ہیں۔ ابن القاسم کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث پاک ''آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں'' کا تعلق زکوٰۃ سے ہے، نہ کہ نفلی صدقات سے۔ [قرطبی، جلد۸، صفحہ۱۹۱]

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آل اطہار کے لیے مال زکوٰۃ کے عوض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مال غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے، چار حصے غازیوں میں تقسیم کرنے کے لیے مختص کیے۔ رہا ایک حصہ تو اس کے پھر پانچ حصے فرمائے، ان میں سے ایک حصہ بنو ہاشم کو دیا گیا اور باقی چار حصے دوسرے مصارف میں خرچ کے لیے رکھے۔

سادات کو زکوٰۃ دینے کی گنجائش

سوال یہ ہے کہ اگر بیت المال میں مال غنیمت نہ ہو، جیسا کہ اب صورت حال ہے، یا مال غنیمت تو ہو لیکن ایسے حکمرانوں کے قبضے میں ہو جو بنو ہاشم کو اس سے محروم رکھتے ہوں، جیسا کہ

سابقہ زمانوں میں ہوتا آیا ہے، تو کیا پھر بھی آل اطہار کے لیے زکوٰۃ حرام رہے گی، خواہ انہیں غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کے باعث شدید مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑے؟ اہل علم وفقہ کی اکثریت کا فتویٰ اسی پر ہے کہ سوائے اضطراری حالت کے، سادات کو زکوٰۃ قبول کرنا حرام ہے، اس لیے کہ جس سبب سے بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہوئی ہے، وہ اب بھی بدستور موجود ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ سے قرابت داری کا شرف واعزاز۔ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اطلق الحکم فی بنی ھاشم و لم یقید بزمان و لا بشخص---

''بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دینے کا حکم مطلق ہے، اس میں کسی زمانے یا کسی شخص کی قید نہیں ہے''---[البحر الرائق، جلد۲، صفحہ۲۴۷]

حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے شاگرد رشید، جلیل القدر عالم دین، حکیم، پروفیسر صابر علی نوری وٹو رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''یہ مسئلہ صحیح ہے کہ بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں ہے، ظاہر الروایۃ فقہ حنفی کی یہی ہے، کسی ضعیف روایت سے حرام، حلال نہیں ہوسکتا۔ حضور پرنور محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے اور حضور کے فرمان کے برخلاف کس کی بات معتبر ہوسکتی ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت اس مضمون کی حدیثیں حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں''---

اس کے بعد حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انیس صحابہ کرام درج کیے ہیں، جن سے بنو ہاشم کو زکوٰۃ کی ممانعت کی حدیثیں مروی ہیں۔ [فتاویٰ نوریہ، جلد۲، صفحہ۱۱۵]

اس کے برعکس حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہاشمیوں کے لیے زکوٰۃ کے جواز کے متعلق نقل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اس زمانے میں بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کیوں کہ اب زکوٰۃ کا متبادل یعنی خمس کا خمس انہیں نہیں پہنچ رہا۔ لوگ غنیمت کے مالوں میں کوتاہی برت رہے ہیں اور مستحقین کو اس سے محروم رکھے ہوئے ہیں، لہٰذا جب زکوٰۃ کا متبادل ذریعہ ان کے لیے بند کردیا گیا ہو تو ان کو زکوٰۃ دی جائے گی۔ [البحر الرائق، جلد۲، صفحہ۲۴۷/ رد المحتار، جلد۲، صفحہ۲۷]

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف روایات مروی ہیں۔ ان کی ایک روایت یہ ہے کہ فرض صدقات ہوں یا نفل، بنو ہاشم کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہمارے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر صدقات اس لیے حرام تھے کہ آل نبی کے لیے خمس میں حصہ مقرر تھا، پس جب رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک سے ان کا وہ حصہ ختم ہو کر دوسروں کی طرف منتقل ہو گیا تو ان کے لیے صدقات حلال ہو گئے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم بھی امام ابوحنیفہ کے اسی قول پر عمل پیرا ہیں۔

[شرح معانی الآثار، جلد۲، صفحہ۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء]

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کے جواز کے متعلق حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد اہل فقہ نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی طرف اس قول کی نسبت معتبر نہیں ہے۔ اوپر فتاویٰ نوریہ کے اقتباس میں حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھا ہے:

''کسی ضعیف روایت سے حلال حرام نہیں ہو سکتا''---

امام ابن نجیم اور علامہ شامی نے بھی اس قول کو نقل کرنے کے بعد اسے کمزور وضعیف قرار دیا ہے۔ ابن نجیم نے لکھا ہے:

''ظاہر الروایت میں بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا مطلقاً حرام کہا گیا ہے''---

[البحر الرائق، جلد۲، صفحہ۲۴۷]

اس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت مشکوک ہو جاتی ہے۔ شامی فرماتے ہیں:

''امام اعظم کی طرف اس روایت کی نسبت درست نہیں ہے''---

WWW.NAFSEISLAM.COM

[رد المحتار، جلد۲، صفحہ۷۲]

مالکی اور بعض شافعی فقہاء نے بھی جواز کا موقف اختیار کیا ہے، بلکہ امام دسوقی مالکی کا تو کہنا ہے کہ ایسی صورت میں ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔ [الفقه الاسلامی و ادلته، جلد۲، صفحہ۸۸۴]

یہ قدرے طویل اور خالص علمی بحث ہے، جب کہ یہ تحریر طویل مباحث کی متحمل نہیں ہے، چونکہ اس کا تعلق ایک اہم معاشرتی مسئلے سے ہے، اس لیے اوپر کی سطور میں دونوں موقف اور ان کے دلائل کی مضبوطی یا کمزوری واضح کر دی گئی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ بہت سے غریب سادات گھرانے انتہائی مفلسی اور تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، لیکن خاندانی شرف وفضیلت اور حیا کی وجہ سے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے۔ نااہل اور ظالم حکمران اسلامی ریاستوں کے قومی خزانوں پر قابض ہیں اور ان کے دلوں میں سادات یا غیر سادات، تنگ دستوں کے لیے

کوئی نرم گوشہ نہیں ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔ غیر سادات فقراء کے لیے مال زکوٰۃ سے استفادے کا راستہ کھلا ہے، جب کہ سادات گھرانے زکوٰۃ سے محرومی کے باعث، مال داروں کی توجہ کا مستحق نہیں سمجھے جاتے اور وہ نفلی صدقات سے ان کی خبر گیری نہیں کرتے۔ گویا جو سبب ان کے لیے باعث افتخار اور ذریعہ تکریم تھا، اب ان کے لیے محرومی اور پریشانی کا باعث ہے۔ اس لیے اہل سخاوت پر لازم ہے کہ تحائف، ہدایا اور دیگر باعزت طریقوں اور ذریعوں سے سادات کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں، تاکہ صدقات پر گزر بسر کرنے یا دست سوال دراز کرنے سے ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ کسی سید گھرانے کی مجبوری اور لاچاری کا علم ہونے کے باوجود اہل ثروت کا ان کی مدد واعانت سے پہلوتہی کرنا بڑی شرم ناک بات ہے۔

اس دردناک صورت حال کی وجہ سے، اگر کہیں کسی سید گھرانے کو غیر معمولی فقر وفاقہ کا سامنا ہو تو اس کمزور روایت کی بنا پر جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، زکوٰۃ میں سے بقدر ضرورت وکفایت دینے کی گنجائش موجود ہے۔ جس طرح ماضی کے بعض ائمہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں سادات کو زکوٰۃ دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح عصر حاضر کے بعض فقہاء ومفکرین بھی اس نظریے کے قائل ہیں، اگرچہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ جمہور علماء کے موقف پر عمل کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس پہلو سے قطع نظر کرکہ فتویٰ کس قول پر ہے اور احتیاط کا تقاضا کیا ہے یا فقر کی وہ کون سی حد ہے کہ جس کی وجہ سے خاندان نبوت کے لیے صدقات حلال ہو جاتے ہیں، گنجائش کی صورت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ سید کو زکوٰۃ دینے کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سادات گھرانے اپنے مال کی زکوٰۃ سید کو دیں، کیوں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں کہ ہاشمی، ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

[رد المحتار، جلد۲، صفحہ۷۲]

سید کو زکوٰۃ دینے کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے، وہ محدود انسانی علم کی بنا پر ہے، ہر چیز کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی فکری لغزشوں، تحریری غلطیوں اور عملی کوتاہیوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔

و صلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک وسلم

[جاری ہے]

اپریل فول ---پس منظر کیا ہے؟

مظہر حسین شیخ

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

محتاط رہیے، آج یکم اپریل ہے۔ طرح طرح کی افواہیں گردش کرتی رہیں گی، ان پر کان مت دھریں۔ دوست اور عزیز واقارب سے ایسی خبریں سننے کوملیں گی، جس میں زیادہ تر آپ کو مذاق کا نشانہ بنایا جائے گا۔ کیا زمانہ ہے، ہم مسلمان کس راستے پر چل رہے ہیں؟ گزشتہ برس تک بسنت جیسے تہوار جو ہمارے مذہب اسلام میں شامل نہیں، ہم نے کتنا عروج تک پہنچایا؟ اس طرح یکم اپریل کو بھی ایک دوسرے کومذاق کا نشانہ بنانے کا رواج بھی آہستہ آہستہ عروج کو پہنچ رہا ہے۔

یکم اپریل کو ایسی اطلاعات ملتی ہیں جن کا کوئی وجود نہیں ہوتا، صرف اپنے آپ کو چند لمحے کی خوشی کے لیے دوسرے کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پہلے پہل یہ خبر یا اطلاع تک ہی محدود تھا، لیکن اب باقاعدہ ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں کہ باضمیر انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ایک دوسرے پر انڈے اور ٹماٹر برسانا اور اس کے ساتھ ایسا مذاق کرنا، جس سے دوسرے آدمی کی دل شکنی ہو، کہاں کی عقل مندی ہے؟

ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہے، اسلام میں جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے، مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اپریل فول منانا کسی طریقے سے بھی جائز نہیں۔ اس سے نہ صرف دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات بہت بڑے حادثے کا سبب بن جاتی ہے۔ اپریل فول کا پس منظر کیا ہے، یہ جاننے کی ہم نے کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ہم تو صرف

اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے اپریل فول مناتے ہیں، دوسروں کی خوشی کا خیال نہیں رکھتے۔ حالاں کہ ایک دوسرے کے کام آنا ہمارا فرض ہے۔ اصل زندگی وہی ہے جو دوسروں کے لیے وقف کر دی جائے۔

اپنے لیے تو جیتے ہیں سبھی اس جہان میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

حقیقت میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو دوسروں کے کام آتے ہیں۔ جو لوگ یہ اصول اپنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ہر کام میں آسانی پیدا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے دوسروں کو خوش رکھنا ضروری ہے اور یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔ آپ نے کبھی سوچا کہ دوسروں کو مذاق کا نشانہ بنا کر ہم وقتی طور پر خوش تو ہو جاتے ہیں، لیکن خدا کی طرف سے جو عذاب ملنے والا ہے، اسے جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔

یکم اپریل، جسے اپریل فول کہا جاتا ہے، جھوٹی افواہیں پھیلانا، لوگوں کو مذاق کا نشانہ بنانا، زیادہ لوگوں کی عادت میں شامل ہو چکا ہے۔ اپریل فول منانے یا بنانے کا کوئی قومی طریقہ ہمارے ہاں یا ہماری سوسائٹی میں نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری بہت سی باتوں اور رسم و رواج کی طرح ہمارے یہاں اپریل فول منانے کا ایک طریقہ نکلا ہے اور بعض لوگ خاص طور پر نئی نسل کے نوجوان اس کا نشانہ بنتے اور اور بناتے ہیں۔

یہ اپریل فول کیا ہے؟ ہر سال ماہ اپریل کی یکم تاریخ کو لوگوں کو انجانے طریقے اور ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھانے کے لیے انھیں غلط قسم کی اطلاع مہیا کر دیتے ہیں، جس پر اطلاع ملنے والوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض کو ایسی اطلاع پر صدمہ بھی ہوتا ہے، جو خطرناک صورت اختیار کر جاتا ہے۔ یہ کوئی اخلاقی طریقہ نہیں، ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔ کہیں یہ بھی بسنت کی طرح جان لیوا نہ ثابت ہو جائے۔

اپریل فول کیا ہے؟ اس کا پس منظر دو یا تین طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، اسے پڑھ کر کوئی بھی محبِّ وطن پاکستانی اپریل فول نہیں منائے گا بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرے گا۔

تاریخ کے مطابق بہادر شاہ ظفر انگریزوں کی قید میں تھے، اس کے سامنے ایک طشتری رکھی گئی، جس پر رومال رکھا ہوا تھا، انھوں نے بہادر شاہ ظفر سے کہا، اٹھو صبح ہو گئی ہے، ناشتہ کر لو۔ بہادر شاہ ظفر نے جب رومال ہٹایا تو طشتری میں اس کے بیٹے کا سر قلم کر کے رکھا ہوا تھا۔ اس دن یکم

قیروان

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر

علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مغربی ممالک میں ''قیروان'' ان مشہور و معروف شہروں میں تھا، جو زمانۂ دراز تک افریقہ کا دارالسلطنت اور گورنر کی قیام گاہ ہونے کی وجہ سے اسلامی عظمت و اقتدار کی زندۂ جاوید یادگار تھا۔ اس شہر کی بنیاد ۵۰ ھ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رکھی تھی، اس لیے یہ شہر مذہبی حیثیت سے بھی مقدس سمجھا جاتا تھا۔

پھر جس طرح یہ شہر اپنے مقدس بانیوں اور اسلام کی شوکت و عظمت اور نائبینِ سلطنت کی قیام گاہ ہونے کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اسی طرح اس کی آبادی اور بنیاد کا واقعہ بھی صفحاتِ عالم پر یادگار رہنے والا ہے۔ آج ہم اس مشہور و معروف شہر کی آبادی کا عجیب و غریب واقعہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ آپ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کو

خدا جانے اس آواز میں کیا تاثیر تھی کہ سب حشرات الارض اور وحشی جانوروں میں ہل چل پڑ گئی اور تمام جانور اسی وقت جلاوطن ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ بہائم کی جماعتوں کی جماعتیں نکلنی شروع ہو گئیں۔ شیر، چیتے، بگھیرے، سانپ، اژدھے غرضیکہ تمام موذی جانور وہاں سے بھاگنے لگے، حتیٰ کہ ذرا سی دیر میں جنگل وحشی جانوروں سے خالی ہو گیا۔ یہ ایک عجیب ہیبت ناک اور تعجب خیز منظر تھا، جو نہ اس سے قبل کسی نے دیکھا اور نہ کسی کے وہم و گمان میں آیا۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی آواز میں کیا تاثیر اور کیسی طاقت تھی کہ تمام جانور جانے کے لیے تیار ہو گئے اور پھر لطف کی بات یہ تھی کہ درندوں کے لشکروں کے کوچ کا منظر ہزاروں تماشائی دیکھ رہے تھے، حالاں کہ ایسی حالت میں جب کہ شیر اور سانپ، اژدھے بکثرت پھیلے ہوئے ہوں، کوئی شخص قریب بھی کھڑا نہیں ہو سکتا۔

جب یہ جنگل تمام وحشی درندوں سے خالی ہو گیا تو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ایک بہت بڑی شان دار چھاؤنی تعمیر کی اور ایک شہر آباد کیا، جس کا نام ''قیروان'' رکھا گیا۔ قوم بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے اور جو اس جنگل کی حالت اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھے، جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے حقانیتِ اسلام کی روشن دلیل کو دیکھا تو اسی وقت ہزارہا کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔

نتیجہ: قارئین کرام یہ ایک تاریخی واقعہ ہے، جس کی تکذیب وہی کر سکتا ہے جو اصولِ تاریخ اور مسلمانوں کے بے داغ اور آزاد طریقۂ تاریخ نویسی سے ناواقف ہو اور جو تاریخِ عالم پر بلا دلیل و حجت یک لخت پانی پھیر دینے کے لیے تیار ہو جائے۔

دنیا بھر کے فلاسفرِ علم طبیعیات اور طبقات الارض کے ماہر اسباب و مسببات کے تعلقات پر بحث کرنے والے، اگر تمام ذہنی و دماغی قوتیں صرف کر ڈالیں تو وہ یہ ہرگز نہیں بتا سکتے کہ مسلمان جرنیل حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی آواز میں کیا تاثیر تھی اور کیا سبب تھا کہ ان کی آواز سنتے ہی غیر ذوی العقول وحشی درندے ان کی اطاعت کے لیے تیار ہو گئے۔ اس کا سبب اگر بتا سکتا ہے تو وہی شخص جو خالق و مخلوق کے ربط و تعلق اور اس کی حقیقت سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے، ساری کائنات اس کی ہو جاتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM
نفس اسلام

میل جول، صلہ رحمی اور نیک برتاؤ

علامہ محمد حشمت علی

آپس میں میل جول رکھنا، کلام سلام کرنا، کنبہ والوں سے نیک برتاؤ کرنا، ان پر لطف وکرم کرنا، ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا، بات چیت کرنا، احسان کرنا، پاس والوں سے ہر جمعہ یا ہر ماہ میں ایک بار ملاپ کرتے رہنا، دور والوں سے بذریعہ خط ملاقات کرنا، ان کی خیر خبر منگوانا، انہیں تحفہ ہدیہ بھیجنا، ان کی حاجت روائی کرنا، غیروں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنا اگر وہ حق پر ہوں، ان کی شادی غمی، دکھ درد میں شریک ہونا، ان کی عیادت وتعزیت کرنا صلہ رحمی ہے، جو ہر مسلمان پر واجب اور باعث ثواب ہے اور ان امور کے خلاف کرنا قطع رحمی ہے، جو باعث گناہ و عذاب ہے---

احادیث میں ہے کہ صلہ رحمی سے لوگوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، رزق میں کشادگی ہوتی ہے، مال میں برکت وترقی ہوتی ہے، عمر بڑھتی ہے---اور جس قوم میں قاطع رحم ہوتا ہے، اس میں ملائکہ رحمت نہیں آتے ہیں، خدا کی رحمت نازل نہیں ہوتی ہے اور جو قطع رحمی کرتا ہے، خدا کی رحمت سے دور اور جنت سے محروم رہتا ہے۔

(۱) پس مسلمان کو چاہیے کہ آپس میں نیک برتاؤ کیا کریں، ایک دوسرے سے خلق کے ساتھ پیش آیا کریں کہ لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والا، خلق سے پیش آنے والا، قیامت کے دن حضور ﷺ کے پاس اور حضور ﷺ کو محبوب و پیارا ہوگا اور بد خلق بری عادت والا، حضور ﷺ سے دور اور حضور ﷺ کو مبغوض تر ہوگا۔

(۲) آپس میں رحم وکرم سے پیش آیا کرو، لوگوں پر لطف ومہربانی کیا کرو کہ لوگوں پر جو رحم وکرم کرتا ہے، اللہ اس پر رحم وکرم کرتا ہے اور جو ان پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا ہے اور زمین والوں پر رحم کرنے والے پر آسمان والے رحم کرتے ہیں۔

صحبت میں بیٹھنا تمہارے لیے مضر ہوگا--- حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''نیک مسلمان کے سوائے کسی کی صحبت میں نہ بیٹھو اور مسلمان صالح کے سوا کسی کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ''---

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں کافروں اور فاسقوں فاجروں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کو اس لیے منع فرمایا گیا ہے تاکہ ان کی محبت والفت دل میں پیدا نہ ہو اور ان کی بری عادتیں اثر نہ کریں۔ دوسری حدیث میں ہے:

''تو اپنے نفس کو برے ہم نشین سے بچا کہ تو اس کے ساتھ پہچانا جائے گا اور اس کی طرح برا مشہور ہوگا''---

تیسری حدیث میں ہے:

''برے ساتھی سے دور ہو کہ برا یار، ساتھی آگ کا ایک ٹکڑا ہے، تمہیں اس کی دوستی نفع نہ دے گی اور نہ وہ تم سے اپنا عہد وعدہ پورا کرے گا''---

چوتھی حدیث میں ہے:

''فاجر و بدکار سے میل جول اور صحبت نہ رکھ کہ وہ تمہیں بدکاری سکھائے گا اور نہ اس سے اپنا بھید کہو''---

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند
تا توانی دور شو از یار بد یار بد بدتر شود از مار بد

''نیکوں کی صحبت نیک بناتی ہے اور بدوں کی صحبت بد بناتی ہے، پس جہاں تک ہو سکے یار بد سے دور رہو کہ برا یار سانپ سے بدتر ہوتا ہے کہ سانپ تو صرف کاٹتا اور جان کو ضرر و نقصان پہنچاتا ہے اور برا یار جان اور ایمان دونوں کو نقصان پہنچاتا ہے''---

لہٰذا بروں کی صحبت میں بیٹھنے سے اکیلے بیٹھنا اچھا ہے اور اکیلے بیٹھنے سے اچھوں کی صحبت میں بیٹھنا اچھا ہے--- نیکوں کے پاس بیٹھنا، مثل عطار کے پاس بیٹھنے کے ہے کہ اگر وہ تمہیں عطر نہ دے گا تو خوش بو تو اس کی تمہیں ضرور آئے گی اور بدکاروں کے پاس بیٹھنا، مثل لوہار دھونکنے والے کے ہے کہ یا تو اس کی چنگاریاں اڑ کر تمہارے کپڑے جلائیں گی اور نہیں تو اس کی بدبو تمہارے دماغ کو ضرر پہنچائے گی۔

۱۵ آپس میں ایک دوسرے کی مدد و اعانت کرتے رہو کہ اگر مدد کرنے کے قابل ہو کر مدد نہ کرے گا تو قیامت کے دن ذلیل و رسوا کیے جاؤ گے۔

۱۶ آپس میں ایک دوسرے کی حاجتیں روا، مشکلیں آسان، مصیبتیں دفع کرتے رہو--- عیبوں کو

''چندروز مصر میں''

(ماہ نامہ کاروان قمر، کراچی)

نام کتاب:	چندروز مصر میں (اضافہ شدہ ایڈیشن)
تصنیف:	علامہ صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری دامت فیوضہم
اشاعت بار اوّل:	اپریل ۱۹۹۹ء
اشاعت باردوم:	مئی ۲۰۱۰ء
صفحات:	۴۴۸
ملنے کا پتہ:	انجمن حزب الرحمٰن، بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور

نامور ادیب وخطیب، نازش بصیرت، محقق ومصنف، لائق وفائق مدرس ومعلم، علامہ ابن علامہ، صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی کا سفرنامہ ''چندروز مصر میں'' بغرضِ تبصرہ چندروز پہلے باصرہ نواز ہوا۔ حسین اور رنگین، دلکش اور دل فریب ٹائٹل پر نگاہیں جم گئیں، خوش نما کتابت، سفید کاغذ اور قابل دید ولائق داد طباعت نے کتاب کے حسن کو نکھار بخشا ہے، قاری دیکھتا رہ جاتا ہے۔ مطالعہ شروع کرے تو پڑھتا ہی رہتا ہے اور صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری سے بن دیکھے محبت کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ ۴۴۸ صفحات پر پھیلا سرزمین مصر کا یہ سفرنامہ پڑھنے والا اوراق الٹتا جاتا ہے اور حسنِ ترتیب وتحریر پر سوجان سے قربان ہوا جاتا ہے۔ بالکل ابتداء میں ایک پورے صفحہ پر یہ آیت اور اس کا ترجمہ جلی حروف سے مرقوم ہے:

اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ○ --- [یوسف:۹۹]

''داخل ہوجاؤ مصر میں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم خیر و عافیت سے رہو گے'' ---

صفحہ آئندہ پر سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۱ تفریح دنیا کے جذبہ کو ابھارتی ہے۔

''سفر نامہ کے ۲۵۱ صفحات ہیں، جن کو قیمتی بنانے کے لیے ماخذ و مراجع کی ۵۳ کتابوں سے مدد لے کر ۲۵۹ حوالوں سے کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔

[جدید ایڈیشن میں حوالہ جات کی تعداد پانچ سو ہے۔ (ادارہ)]

سفر ناموں میں صاحبزدہ علامہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب قبلہ کا یہ سفر نامہ مفید بھی ہے اور قابل تقلید بھی:

لگتا ہے یہ میرے دل کی باتیں ہیں
ہر تحریر میں ایسا سوز نہیں ہوتا'' [صفحہ۳۶]

اور درویش صفت ادیب و شاعر اور ماہ نامہ ''درویش'' کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر عابد نظامی مدظلہ العالی نے اپنے ۱۵ صفحات پر مشتمل مضمون میں بے حد قیمتی اور مفید گفتگو فرمائی ہے۔ سب سے پہلے سفر نامہ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور مصر کی عظمتوں کے گیت بھی گائے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کی اس کتاب کے شان دار اقتباسات بھی نقل کیے ہیں اور جگہ جگہ ان کی حسن نظر کو خراج تحسین بھی پیش کیا ہے۔ یہ دل آویز پیراگراف آپ کے ذوق کی نذر ہے۔

''اس سفر نامہ کا آخری چیپٹر (Chapter) انتہائی ایمان افروز ہے............اس کا عنوان ہے ''مصر سے مصر محبت کی جانب'' یہ چیپٹر بلاشبہ محبت کی زباں میں لکھا گیا ہے اور کیوں نہ لکھا جاتا کہ یہ ذکر ہے اس محبوب حجازی ﷺ کا، جن کے رشتۂ غلامی سے ہم بندھے ہوتے ہیں۔

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم (ﷺ)''

اور خواجہ صاحب کے آخری جملے میں پوشیدہ یہ صالح مشورہ بڑا دل نواز ہے:

''اور پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لیے سفر نامہ کا مطالعہ شروع کر دیجیے......

یقیناً آپ مستفید بھی ہوں گے اور مستفیض بھی'' --- [صفحہ۵۱]

محبّ صادق صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری کے اس سفر نامہ میں سر زمین مصر کا تعارف، قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا ذکر جمیل، اس کی تاریخی حیثیت، ''اس کا اسلامی عہد''، مصر پر حکمرانی کرنے والوں کی تاریخ، انبیائے کرام علیہم السلام، فقہاء، صلحا، اتقیا اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے حالات، واقعات اور مزارات کی برکات، سفر کی دل چسپ روئیداد میں برمحل اشعار، علمی اور فکری انداز میں گراں قدر معلومات سب ہی کچھ شامل ہے۔ رنگین اور خوب صورت تصاویر نے کتاب کو اور نکھار دیا ہے۔

بہت خوب صورت کتابت، اس سے زیادہ چمکتا نور بانٹتا سفید کاغذ، اس سے بھی زیادہ خوش نما

اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ کی زمین میں

بندے! یہ ورد جو ہے ''صل علیٰ'' کا تیرا
رہنما اس میں ہے اللہ تعالیٰ تیرا

ان سے الفت کا اگر سچا ہو دعویٰ تیرا
لطف سرکار ﷺ سے بھر جائے گا کاسہ تیرا

نعت کہنے میں مددگار ہو جذبہ تیرا
ورنہ کس کام کا ایہام و کنایہ تیرا

حفظِ ناموس نبی ﷺ میں جو ہو مرنا تیرا
قدسی کہتے ہیں اسے دائمی جینا تیرا

خوش مقدر ہے، اگر نعتیں رقم کرنے کو
سرِخم روز رہا کرتا ہے خامہ تیرا

تو سخن گو ہے، پسند آئے نہ کیوں خالق کو
مدحِ سرور ﷺ میں عقیدت بھرا لہجہ تیرا

آج لب پر ہے ترے اسم رسول آخر ﷺ
حال ایسا ہے تو کیوں ہو گا نہ فردا تیرا

روح پر سایۂ انوار نہ کیسے ہوتا
ذکرِ سرکار ﷺ پہ کیا قلب نہ دھڑکا تیرا

روز نعلینِ نبی ﷺ سر پہ رکھی پاتا ہے
کیوں نہ تعبیر کو پا لے گا یہ سپنا تیرا

سر کے بل چلنا عقیدت سے، خدا کے بندے!
شہر سرکار ﷺ سے جب آئے بلاوا تیرا

دیکھ کر گنبدِ اخضر علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نگاہیں جھک جائیں
اور، دروازے پہ جھک جائے سراپا تیرا

جنت آقا ﷺ کے سرہانے کی جو دیکھی تو نے
یہ سمجھ لے کہ ہوا خلد ٹھکانا تیرا

تیرے آقا ﷺ کا تو دنیا نے نہ پایا سایہ
دیکھا دنیا کی ہر ایک چیز نے سایہ تیرا

راہ جو سیرت سرور ﷺ نے دکھائی تجھ کو
ہے ضروری تو اسی راہ پہ چلنا تیرا

دیکھ کر روضہ تری جان میں جاں آئے گی
خون اعمالِ شنیعہ نے نچوڑا تیرا

حشر کے روز عصا ''صل علیٰ'' کا ہو گا
تیری لغزیدہ خرامی میں سہارا تیرا

صرف آقا ﷺ کی شفاعت ترے کام آئے گی
پیش جب ہو گا گناہوں کا پلندا تیرا

دفنِ طیبہ کی اجازت تجھے آقا ﷺ دیں گے
رنگ لائے گا یہ محمودؔ ارادہ تیرا

راجا رشید محمود

WWW.NAFSEISLAM.COM

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

اپریل تھی، یہ منظر دیکھ کرارد گرد جولوگ تھے، خوب ہنسنے لگے، گویاان کے لیے یہ مذاق تھا۔

ایک روایت کے مطابق اپریل فول یہودیوں کا تہوار ہے، اب یہ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں منایا جاتا ہے۔اس کا آغاز کب ہوا؟ اس بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ایک روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے ۱۵۶۴ء میں فرانس میں منایا گیا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تہوار سکاٹ لینڈ سے شروع ہوا، یہاں اپریل فول دوروز تک منایا جاتا ہے۔لیکن تاریخ دان اسے ہندوستان، ایران اور روم کا تہوار قرار دیتے ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق جولین کیلنڈر میں ۲۵ ؍مارچ سے نیا سال شروع ہوتا ہے اور نئے سال کی تقریب اپریل تک جاری رہتی تھی، آخری دن خوب ہلا گلا اور ایک دوسرے کو مذاق کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔مشرقی ممالک کے مقابلہ میں یورپ یکم اپریل آج بھی پر جوش طریقے سے مناتا ہے۔فرانس میں بے وقوف بننے والے شخص کو اپریل فیشن کہا جاتا ہے، وہاں کے ریاضی دان اور طلبہ اس دن کو نیوائر کہتے ہیں۔

اپریل فول کے متعلق یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ ۲ ؍جنوری ۱۴۹۲ء کو اندلس (ہسپانیہ) میں مسلمانوں کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا، اقتدار حاصل کرنے کے بعد مسیحی بادشاہ نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا، اس پر بے شمار مسلمان شمالی افریقہ کی طرف جلاوطن کر دیے گئے اور باقی مسلمانوں کو مسیحی احتسابی عدالت کے ذریعے جبراً عیسائی بنا لیا گیا۔عیسائیت قبول نہ کرنے والے مسلمانوں کو عبرت ناک طریقوں سے شہید کر دیا گیا۔ یہ ہول ناک مظالم پاپائے روم کی اشیر باد سے ڈھائے گئے۔

یکم اپریل کو یہ اعلان ہوا، جو مسلمان ملک چھوڑنا چاہتے ہیں، بحری جہاز تک پہنچ جائیں، ان کو بحفاظت مراکش پہنچا دیا جائے گا۔وقت مقررہ پر تمام مسلمان بحری جہاز تک پہنچ گئے، ان درندوں نے تمام مسلمانوں کو گہرے پانی میں لے جا کر بحری جہاز سمندر کی تیز لہروں کی نذر کر دیا، جب کہ جہاز کا کپتان کشتی کے ذریعے واپس آ گیا۔گویا یہ مسلمانوں کے ساتھ زیادتی تھی، جس پر عیسائیوں نے بہت بڑا جشن منایا۔ یہ دن اپریل فول کے نام سے منایا جانے لگا۔

ہمارے مذہب اسلام میں ہنسی کے طور پر بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے، ہمیں غم اور خوشی کے معاملات شائستگی کے ساتھ نمٹانے کا حکم ہے۔

افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ افریقہ پہنچے تو آپ نے محسوس کیا کہ افریقہ میں مسلمان فوجیوں کے قیام کے لیے کوئی مستقل چھاؤنی نہیں ہے اور چھاؤنی نہ ہونے کی وجہ سے افریقہ کے مسلمانوں کے جان و مال غیر محفوظ ہیں۔ کیوں کہ جب افریقہ کا حاکم وہاں کے دورے سے فارغ ہوکر مصر آجاتا تھا تو کافر مسلمانوں پر چڑھائی کردیتے تھے، حتیٰ کہ افریقہ کے اصلی باشندے قومِ بربر، جن میں سے اکثر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ اس لیے حضرت عقبہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ افریقہ کے کسی مناسب مقام پر ایک اسلامی چھاؤنی بنائی جائے، جہاں مسلمان فوجیں ہر وقت مقیم رہیں اور اس طرح مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظتِ تامہ کے ساتھ ساتھ مغربی افریقہ اسلامی حکومت کا ایک مستقل صوبہ بن جائے۔

چھاؤنی کی تعمیر کا ارادہ تو کرلیا گیا مگر جس مقام کو چھاؤنی کیلئے منتخب کیا گیا تھا، وہ ایک پر ہیبت گنجان جنگل تھا، جہاں اس قدر گھنے درخت اور دَل دَل تھی کہ آدمی تو درکنار سانپوں کو بھی ان درختوں سے گزرنا محال تھا۔ پھر یہ جنگل ہر قسم کے موذی اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا اور ایک ایسی جگہ تھی جو انسان کی بود و باش کے لیے نہایت خطرناک تھی۔ پھر اس پر طرّہ یہ تھا کہ اس جنگل کو درندوں اور وحشی جانوروں سے خالی کرنا طاقتِ انسانی سے باہر تھا۔

مقام کی اس خطرناک حالت کو دیکھ کر بعض فوجیوں نے حضرتِ عقبہ رضی اللہ عنہ سے کہا، یہ مقام چھاؤنی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے، لیکن حضرت عقبہ نے تمام فوجیوں کو مطمئن کردیا اور اس جگہ کی تعیین میں جو حکمتیں تھیں، وہ بھی ظاہر کردیں اور آخر سب کا اسی پر اتفاق ہوگیا کہ چھاؤنی یہیں بننی چاہیے۔ مسلمانوں کا یہ لشکر جو اس موقع پر افریقہ میں موجود تھا، ان میں اٹھارہ صحابی بھی تھے۔ حضرت عقبہ امیرِ لشکر تمام فوجیوں کو جمع کرکے اس مقام پر لے گئے، جہاں چھاؤنی بنانے کا ارادہ تھا اور جنگل کے قریب پہنچ کر باآوازِ بلند یہ کلمات کہے:

ایتھا الحیات و السباعُ اِنَّا اصحاب رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِرْحَلُوا عَنَّا فانا نازلون بھا و مَنْ وجدناہ بعد قتلناہ---

''اے جنگل کے موذی جانورو! ہم اصحابِ رسول اللہ ہیں، یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں، تم یہاں سے چلے جاؤ، ہماری اس اطلاع کے بعد بھی جو جانور باقی رہ گیا، تو ہم اس کو قتل کردیں گے''---[تاریخ کامل]

شرح صحیح مسلم (۷جلد) اور تفسیر تبیان القرآن (۱۲جلد)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضھم

---کا ایک اور عظیم تخلیقی شاہکار---

نِعمَۃ البَاری فی شرح صحیح البُخاری

چند خصوصیات

- ......مروج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ---
- ......متقدمین کی شروح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح---
- ......اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق---
- ......ائمہ اربعہ کی امہات کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح---
- ......اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو---
- ......مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر---
- ......"شرح صحیح مسلم" میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جاچکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح "شرح صحیح مسلم" میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے---
- ......کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے---

پیش کش: فرید بک سٹال

۳۸-اردو بازار لاہور

Ph:+92-42-7312173,7123435
Fax:+92-42-7224899
E-mail:info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com

۳ اور لوگوں کے ساتھ نرمی، خوش کلامی اور شیریں زبانی سے پیش آیا کرو، سختی، بدزبانی اور فحش کلامی نہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ کو نرمی محبوب و پسند ہے---لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور خوش کلام کو جنت میں گھر ملتا ہے۔

۴ آپس میں ایک دوسرے سے میل جول رکھو، ملاقات کرتے رہو کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان سے ملاقات کرنے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت میں اس کا گھر ہو اور دنیا و آخرت میں خوش رہو۔

۵ جب کسی مسلمان سے تم ملو تو پہلے سلام کر کے مصافحہ کرو کہ فرشتے جواب سلام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور سو رحمتیں نازل فرماتا ہے، نوے ابتدا کرنے والے پر اور دس دوسرے پر اور دونوں کے گناہ، قبل ہاتھ جدا کرنے کے معاف فرماتا ہے۔

۶ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا اور ہاتھوں کو حرکت دینا چاہیے کہ مسنون ہے۔

۷ اگر کسی متبرک آدمی جیسے علماء حق و مشائخ واصلی سادات کرام سے ملاقات کرو تو مصافحہ کر کے ان کے ہاتھ چومنا بھی جائز ہے، مگر پاؤں چومنے سے بچنا چاہیے۔

۸ آپس میں معانقہ کرنا، یعنی گلے ملنا بھی جائز ہے، جیسا کہ عیدین کے دن اور سفر سے آنے والے سے کرتے ہیں، مگر خوب صورت لڑکوں سے معانقہ کرنا ناجائز ہے۔

۹ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو اپنی ہیئت درست کر کے، بن سنور کر جاؤ اور بے اجازت اس کی واپس نہ آؤ، اس سے کہہ کر، پوچھ کر آؤ۔

۱۰ اگر وہ تمہارے سامنے کھانے پینے کے لیے کوئی چیز پیش کرے تو بلا انکار کھا پی لو۔

۱۱ جب تم سے کوئی ملنے آئے تو اس کی عزت و توقیر کرو، اس کی خاطر مدارات کرو۔اس کے ساتھ شیریں زبانی، خندہ پیشانی سے پیش آؤ، کہ صدقہ کا ثواب پاؤ گے، جب کہ آنے والا سچا مسلمان ہو اور اگر بدعتی، گمراہ یا کافر و مشرک ہو تو یہ برتاؤ نہ کرو اور نہ اس طرح کلام کرو کہ جس سے اسے یہ معلوم ہو کہ تم اس کے مذہب، اس کے عقیدہ سے راضی ہو، ہاں ترش و سخت کلامی سے اس کے ساتھ بھی پیش نہ آؤ۔

۱۲ اگر کسی حاجی سے ملاقات کرو تو راستہ ہی میں قبل گھر پہنچنے کے ملاقات کرو اور سلام و مصافحہ کر کے اس سے اپنے اور اپنے آل و عیال کے واسطے دعا کراؤ کہ اس کی دعا مقبول ہے۔

۱۳ لوگوں کے قدر و مرتبہ پر نگاہ رکھو، ہر ایک سے اس کے مرتبہ کے موافق برتاؤ کرو تا کہ کسی کی ناخوشی و دل شکنی کا باعث نہ ہو۔

۱۴ نیک صالح لوگوں کے ساتھ بیٹھو اٹھو، صحبت رکھو، بدوں اور بد مذہبوں کے ساتھ میل جول اور صحبت نہ رکھو کہ اچھوں کی صحبت میں بیٹھنا تمہارے لیے مفید اور بدوں اور بد مذہبوں کی

چھپاتے رہو کہ جب تک تم مسلمان کی حاجت روائی میں مشغول رہو گے، اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت روائی فرماتا رہے گا---اور اگر تم کسی مسلمان کی سختی و مصیبت دفع کرو گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہاری سختی و مصیبت دفع فرمائے گا---اور اگر تم کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرو گے، عیب چھپاؤ گے، اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کرے گا اور عیب چھپائے گا۔

۱۷ کسی دنیوی جھگڑے کی وجہ سے آپس میں بول چال، کلام سلام ترک اور قطع تعلق نہ کرو، کہ (بلا شرعی سبب کے) مسلمان کو مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھنا، کلام سلام ترک کرنا گناہ ہے اور اگر وہ اس حال میں مرجائے گا تو دوزخ میں جائے گا اور اس کے گناہ معاف نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ صلح کرے اور جھگڑا رفع کرے۔

۱۸ آپس میں اتحاد و اتفاق سے مثل تن واحد کے رہو، ایک دوسرے سے بغض و حسد و کینہ، دشمنی نہ رکھو، کسی پر ظلم نہ کرو، کسی کو ذلیل و حقیر نہ کرو، کسی کی عیب جوئی و رسوائی نہ کرو، کسی کا دل نہ دکھاؤ، ایذا و ضرر نہ پہنچاؤ، کسی کو دھوکا نہ دو، کسی کو تیز نظر سے گھور کر نہ دیکھو، کسی کا نام بگاڑ کر نہ لو، کسی کو برے لقب، برے خطاب سے نہ پکارو، کسی کو گالی نہ دو، برا نہ کہو، کہ مسلمان کو ضرر و نقصان پہنچانے والا خدا کی رحمت سے دور اور دل دکھانے، ایذا دینے والا، خدا اور رسول کو ایذا دینے والا ہے اور اللہ و رسول کو ایذا دینے والا ملعون و جہنمی ہے---(العیاذ باللہ تعالیٰ)

۱۹ جو بات تمہیں پسند اور اچھی معلوم ہو وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی پسند کرو اور جو تمہیں ناپسند اور بری معلوم ہو وہ ان کے لیے بھی ناپسند کرو، بری جانو، ورنہ تم مسلمان نہیں ہو سکتے، مومن کامل نہیں بن سکتے۔

۲۰ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان میں کوئی عیب اور برائی دیکھے تو اسے مطلع کرے اور اسے اس سے دور کرنے کی کوشش کرے کہ حدیث شریف میں ہے:

"ہر ایک تم میں سے اپنے بھائی کے لیے آئینہ ہے، پس جب کوئی برائی اس میں دیکھے تو اسے دور کرے"---

۲۱ ہنود، یہود، نصاریٰ، مجوس وغیرہ کفار و مشرکین کے ساتھ میل جول، اٹھنا بیٹھنا، اتحاد و وداد منانا قطعاً حرام و گناہ ہے۔

۲۲ جب تمہارے یہاں کوئی چیز اچھی پکا کرے یا کہیں سے آیا کرے تو اپنے ملنے والے کے یہاں ہدیہ تحفہ بھیجا کرو، ہدیہ آپس میں محبت و مودت پیدا کرتا، الفت بڑھاتا ہے، دل سے رنج و کدورت کھوتا ہے، دشمنی دور کرتا ہے۔

۲۳ جب تمہارے لیے کوئی تحفہ ہدیہ لائے تو لے لو، واپس نہ کرو اور جزاک اللہ و بارک اللہ کہو۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ---

''اے محبوب! فرما دیجیے زمین میں سیر و سیاحت کرو''---

فہرست پر قاری نگاہ ڈالتا ہے تو ہر عنوان اسے دعوت مطالعہ دیتا ہے۔ صفحہ نمبر ۲۴ پر پہنچتا ہے تو یہ حسین عنوان بلند نام لکھاریوں کی عقیدت میں غوطہ زن کر دیتے ہیں:

ایک منفرد سفرنامہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
پر لطف اور شگفتہ سفرنامہ	صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی
مفید اور قابل تقلید سفرنامہ	مولانا بدر القادری، نیدرلینڈ
علم و ادب اور روحانیت کا حسین امتزاج	ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

اگر آپ اس دل چسپ، مفید اور گراں قدر سفرنامہ سے پہلے درج بالا عنوانات پر ایک نگاہ ڈال لیں اور علم و ادب کے ان تابندہ و درخشندہ ستاروں کی نگارشات پڑھنے میں کامران ہو جائیں تو میرا یقین ہے کہ کتاب ''چند روز مصر میں'' پر اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی اپنی خوشی کا اظہار ان خوب صورت الفاظ میں فرماتے ہیں:

''مجھے یہ کتاب دیکھ کر اس لیے بھی خوشی ہوئی ہے کہ علامہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب نے اسے سفرنامے سے زیادہ بزرگان دین اور ان کے تاریخی مقامات کا خوب صورت تذکرہ کر کے اپنا حق منصبی ادا کیا ہے''---

اور

''مجھے خوشی اس بات پر بھی ہوئی ہے کہ اسے حضرت صاحبزادہ صاحب کے علمی ذوق نے محض سفرنامہ نہیں رہنے دیا بلکہ عرق ریزی کر کے ایک تحقیقی اور فکری دستاویز بھی بنا دیا ہے''---[صفحہ ۲۷ تا ۲۸]

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی نور اللہ مرقدہ سفرناموں کا تذکرہ اور تجزیہ کرتے ہوئے اس خوب صورت کتاب پر یہ جان دار رائے دیتے ہیں:

''چند روز مصر میں'' پڑھتے ہوئے ہمیں معلومات بھی ملتی ہیں اور انکشافات سے بھی واسطہ پڑتا ہے............ اس مجموعے میں سلاست بھی ہے اور قدرِ ظرافت بھی۔ ساری کتاب پڑھ جائیے، مجال ہے کہیں اکتاہٹ کا احساس ہو یا تکرار سے دماغ اور نظر بوجھل ہوں''---[صفحہ ۳۲]

عالی جاہ مولانا بدر القادری کی اس گواہی میں بڑی جان ہے، فرماتے ہیں:

طباعت اور ان سب سے زیادہ صاحبزادہ صاحب کا آساں، رواں، شستہ اور شائستہ اندازِ تحریر قاری کو مسرور بلکہ مسحور کیے دیتا ہے۔ مستند حوالہ جات نے کتاب میں اور جان ڈال دی ہے۔ بلاشبہ سفرنامے بہت لکھے گئے، مگر یہ سفرنامہ ''علم وادب اور روحانیت کا حسین امتزاج'' قرار پایا۔ یہ پر لطف اور شگفتہ سفرنامہ، یہ منفرد سفرنامہ، یہ مفید اور قابل تقلید سفرنامہ اس لائق ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے اور مرتب والا شان کی عزتوں اور رفعتوں کی دعائیں کی جائیں۔

آپ کوہِ طور دیکھنا چاہیں یا دریائے نیل کو ٹھاٹھیں مارتے ملاحظہ کرنا پسند کریں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مزارات کی زیارت کرنا پسند کریں یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کو دیکھنے کی آرزو کریں، امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جا کر اجر پائیں یا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کی تمنا ہو تو آپ کتاب ''مصر میں چند روز'' ضرور حاصل کریں۔

میں صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی اور آپ کے جمیع محبین کو اس حسین کاوش پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

[ماہ نامہ کاروان قمر، کراچی، فروری ۲۰۱۱ء، مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی]

ماہ نامہ رضائے مصطفٰی، گوجرانوالا

چند روز مصر میں :حضرت مولانا صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری کی یہ پیاری پیاری تصنیف تبصرہ کے لیے موصول ہوئی تو خلافِ معمول اس کی ورق گردانی شروع ہو گئی اور جی چاہا کہ ساری کتاب پڑھ لی جائے۔ مصر، جس کا ذکر قرآن کریم واحادیث مبارکہ میں موجود ہے اور اس کی تاریخی حیثیت بھی مسلمہ ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام عراق سے شام کے سفر میں مصر سے گزرے، آپ کی اہلیہ ہاجر رضی اللہ عنہا کا اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی اہلیہ زلیخا رضی اللہ عنہا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی مصر سے ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے مصر ہی کے شہر سکندریہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت ادریس، حضرت دانیال، حضرت یوشع اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا تعلق بھی مصر سے رہا۔ طور کا پہاڑ بھی اسی سرزمین پر ہے، جہاں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل رہا۔ علاوہ ازیں بھی اس خوبصورت کتاب میں نہایت اہم زیارات کا تذکرہ موجود ہے۔ صفحات ۴۴۸، ہدیہ درج نہیں۔ ملنے کا پتا: فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور ضلع اوکاڑا

[ماہ نامہ رضائے مصطفٰی، گوجرانوالا، ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ/فروری ۲۰۱۱ء]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

نقشہ اوقات نماز برائے بصیرپور شریف و مضافات --- ماہ مارچ

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری		طلوع آفتاب، انتہائے فجر		ضحوۂ کبریٰ		ابتداء وقت ظہر		اخیر مثل اوّل		اخیر مثل دوم آغاز وقت عصر		غروب آفتاب		وقت عشاء	
-	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
1	5	14	6	35	11	39	12	20	3	13	4	24	6	04	7	25
2	5	13	6	33	11	39	12	19	3	13	4	25	6	04	7	26
3	5	12	6	32	11	38	12	19	3	13	4	25	6	05	7	26
4	5	11	6	31	11	38	12	19	3	13	4	26	6	06	7	27
5	5	10	6	30	11	38	12	19	3	14	4	27	6	06	7	28
6	5	09	6	29	11	38	12	18	3	14	4	27	6	07	7	28
7	5	08	6	28	11	38	12	18	3	14	4	28	6	08	7	29
8	5	07	6	27	11	38	12	18	3	14	4	29	6	09	7	30
9	5	06	6	26	11	38	12	18	3	14	4	29	6	10	7	30
10	5	04	6	25	11	37	12	18	3	14	4	30	6	11	7	31
11	5	03	6	23	11	37	12	17	3	15	4	30	6	11	7	32
12	5	02	6	22	11	37	12	17	3	15	4	31	6	12	7	32
13	5	01	6	21	11	37	12	17	3	15	4	32	6	13	7	33
14	5	00	6	20	11	37	12	17	3	15	4	32	6	14	7	34
15	4	58	6	18	11	36	12	16	3	15	4	33	6	14	7	34
16	4	57	6	17	11	36	12	16	3	15	4	33	6	15	7	35
17	4	56	6	16	11	36	12	16	3	16	4	33	6	16	7	35
18	4	55	6	14	11	35	12	15	3	16	4	34	6	16	7	36
19	4	54	6	13	11	35	12	15	3	16	4	34	6	17	7	36
20	4	52	6	12	11	35	12	15	3	16	4	34	6	18	7	37
21	4	51	6	10	11	34	12	14	3	16	4	35	6	18	7	38
22	4	50	6	09	11	34	12	14	3	16	4	35	6	19	7	38
23	4	48	6	07	11	34	12	14	3	17	4	35	6	20	7	39
24	4	47	6	06	11	33	12	13	3	17	4	36	6	20	7	40
25	4	45	6	05	11	33	12	13	3	17	4	36	6	21	7	41
26	4	44	6	04	11	33	12	13	3	17	4	37	6	22	7	41
27	4	43	6	02	11	32	12	13	3	17	4	37	6	22	7	42
28	4	42	6	01	11	32	12	12	3	17	4	37	6	23	7	43
29	4	40	6	00	11	32	12	12	3	17	4	37	6	24	7	44
30	4	39	5	59	11	31	12	12	3	17	4	38	6	24	7	45
31	4	37	5	58	11	31	12	11	3	18	4	38	6	25	7	46